رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

اخبار احمدیہ

قادیان ۔ ۴ احسان سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۲۹ ہجرت کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے ۔ الحمدللہ ۔

قادیان ۴ احسان ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو گلے کی تکلیف چل رہی ہے آپ کے اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمدللہ ۔

○ ۔۔۔ مکرم یونس احمد صاحب اسلم بدستور تشویشناک طور پر بیمار چلے آرہے ہیں ۔ احباب اپنے درویش بھائی کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں شفا بخشے ۔ آمین ۔

آرچ بشپ آف کنٹربری اور رومن کیتھولک آرچ بشپ کو امام مسجد فضل لنڈن کی طرف سے

قبولیت دعا کے سلسلہ میں دعوت مقابلہ
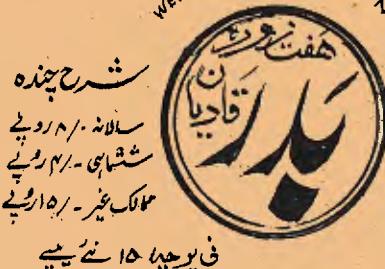
بشپ صاحبان کا جواب ۔ اور اسلام کی برتری اور حقانیت کا زبردست ثبوت

رپورٹ مرسلہ مکرم خواجہ نذیر احمد صاحب سیکرٹری اشاعت مسجد فضل لنڈن ۔ اردو ترجمہ از جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی ۔ اے قادیان

لنڈن ربذریعہ ڈاک) حال ہی میں امام مسجد لنڈن محترم مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق نے آرچ بشپ آف کنٹربری ۔ اور رومن کیتھولک آرچ بشپ کو قبولیت دعا کے سلسلہ میں دعوت مقابلہ دی ہے ۔ اس کے جواب میں دونوں بشپ ۔ صاحبان نے جو خطوط محترم امام صاحب کی خدمت میں تحریر کئے وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ عیسائیت اس روحانی مقابلہ میں آنے کو ہرگز ہرگز تیار نہیں ۔ ان کے یہ خطوط اسلام کی برتری اور حقانیت کا زبردست ثبوت ہیں ۔

محترم امام صاحب کا انگریزی کا دعوت نامہ اور بشپ صاحبان کے جواب کا اردو ترجمہ افادۂ احباب کی خاطر ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔ (ادارہ)

بشپ صاحبان کو مقابلہ کی دعوت

جناب محترم

مذہب جو انسانی اعمال کی حفاظت اور نگرانی کے لئے کوشاں ہے پہ ہر سمت سے حملے اور اعتراضات کا دباؤ جاری ہے ۔

ہر ایک مذہب کا بنیادی اور مرکزی نقطہ ایک بالا ہستی کی ذات پر یقین ہے مگر اس بالا ہستی کا وجود بھی اب اعتراضات کا نشانہ بن چکا ہے ۔ ایسے اعلانات سننے میں آرہے ہیں کہ خدا مردہ ہے ۔ یا اس کی خیالی مرکزیت ہمارے اپنے وجود کا ہی ایک حصہ ہے اور خدا کا نام ہمیں اپنی لغت سے نکال دینا چاہیئے (نعوذ باللہ)

یہ حقیقت بہرحال تمام مذہبوں کا بنیادی اصول ہے کہ خدا تعالیٰ کی اعلیٰ ہستی آج بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح اس دنیا اور انسانی پیدائش سے قبل موجود تھی ۔ اس کی تمام صفات ۔ تمام زمانوں میں جاری و ساری ہیں ۔ مثال کے طور پر وہ اپنے صادق اور نیک بندوں کی دعاؤں کو اب بھی سنتا اور ان سے کلام کرتا ہے جس طرح کہ گذشتہ زمانوں میں کیا کرتا تھا ۔ ہم کہتے ہیں ہر ایک کے لئے یہ راستہ کھلا ہے کہ وہ اس کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپناتے ہوئے اپنے خالق کے ساتھ اپنے رشتہ کو استوار کرے ۔

ہمیں پورا یقین ہے کہ خدا اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کا جواب دیتا ہے اور اس کی زندہ ہستی پر یقین کو ظاہر کرنے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے کہ ہم اس کے زندہ نشانوں کا مشاہدہ کریں اور ایسا تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جبکہ ہم قبولیت دعا کے نشان کے ساتھ خدا کی زندہ صفات کو ظاہر کر سکیں ۔

حضرت احمد علیہ السلام قادیان (۱۸۳۵ - ۱۹۰۸ء) بانی جماعت احمدیہ نے تمام مذاہب کے ماننے والوں کو اس امر کی دعوت دی کہ وہ اپنے مذہب کی سچائی کے لئے قبولیت دعا کے نشان کو پیش کریں لیکن کسی مذہب کا نمائندہ اس معیار صداقت کو آزمانے کے لئے مقابلہ پر آنے کو تیار نہ ہوا ۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (علیہ السلام) کے تیسرے جانشین یعنی جماعت احمدیہ کے موجودہ پیشوا نے اس دعوت مقابلہ کو پھر دہرایا ہے اور ان کی ہدایت کے ماتحت میں نے بحیثیت امام مسجد لنڈن مندرجہ ذیل خط کے ذریعہ سے عزت مآب جناب آرچ بشپ آف کنٹربری اور جناب محترم آرچ بشپ آف ویسٹ منسٹر (رومن کیتھولک گروپ) کو مخاطب کیا ہے ۔ میری یہ مؤدبانہ عرض داشت نہایت واضح الفاظ میں ہے و باتی صفحہ ۲ پر

ملک صلاح الدین ایم ۔ اے پرنٹر و پبلشر نے ناما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا ۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

قسط نمبر ۱

عالم اسلام اور فلسطین

از جناب ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب اورینوی صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ

۱۹۶۷ء کے عرب اسرائیل تصادم کے نتیجہ میں، عالم اسلام کو جس شدید المیہ کا سامنا کرنا پڑا آج اس پر ایک سال کی مدت گذر رہی ہے۔ اسرائیل کے عزائم کیا ہیں اس کے لئے عالم اسلام بالخصوص عرب ممالک کو پوری ذمہ داری سے غور کرنے کی ضرورت ہے ذیل کا مضمون اس سلسلہ میں بہت سی مفید معلومات کا حامل ہے۔ امید ہے اسے دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ (ایڈیٹر)

میرے نزدیک ان فلسطین کے مسئلہ کے دو اہم پہلو ہیں ایک پہلو کا براہِ راست تعلق عالم اسلامی سے ہے اور دوسرے پہلو کا رابطہ عالمی سیاست سے ہے۔ میں پہلے عالم اسلامی سے تعلق رکھنے والے پہلو کی وضاحت کرونگا۔ اور بعد از آں اس جہت پر روشنی ڈالوں گا جو سیاسیات عالم سے تعلق رکھتی ہے۔

مسئلہ فلسطین کی اہمیت اور اسرائیل کے قیام کے خطرات سے ابھی تک اہل اسلام پورے طور پر آگاہ نہیں ہوئے ہیں ہاں بعض درد مند دل اور ہوشمند دماغ رکھنے والے اس مسئلہ کی نزاکت سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو آج سے تیس سال پہلے سے ہی فلسطین کی سیاست کی پیچیدگیوں کو سمجھتے تھے اور اس کے متعلق اہل اسلام کو متنبہ کرتے رہتے تھے۔

قرآن حکیم اور احادیث نبوی سے پتہ چلتا ہے کہ آخری دور میں عیسائیوں اور اہل مغرب کا غلبہ تمام عالم پر ہو جائے گا لیکن خود انکے درمیان دو جماعتیں پیدا ہو جائیں گی اور دو طاقتیں ابھریں گی ان میں سے ایک عیسائیت سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اور ان دونوں بڑی طاقتوں کے درمیان رقابتوں، آویزشوں اور جنگوں کا سلسلہ چلے گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر خاص کا اظہار ہوگا اور پھر ملت بیضا کی روشنی چمکے گی۔

یہ ہونا تھا اور ہوا کہ یورپی طاقتوں نے تمام جنوبی اور مشرقی علاقوں کو سفتوح کر لیا۔ اور افریقہ سے لیکر انڈونیشیا تک تمام غلام بنالی گئیں ...... ان میں بیشتر مسلمان تھیں۔ ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ انگریزوں کی دجالی کا شکار ہو گئی۔ اور ۱۹۱۸ء میں سلطنت عثمانی (ترکیہ) انگریزوں اور فرانسیسیوں کی ریشہ دوانیوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور خود عثمانی ترکوں کو اپنے وطن کو بچانا مشکل ہو گیا یورپ میں ترکوں کا اقتدار جاتا رہا۔ شام پر فرانس نے قبضہ کر لیا اور فلسطین پر انگریزوں نے

۱۹۱۸ ملت بیضا کے سیاسی زوال کا انتہائی نقطہ انحطاط تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کئے ...... عظیم

نمایاں ہوئی اور اس سے قبل روس میں اشتمالی انقلاب مستحکم ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آہستہ آہستہ پھر ایشیا اور افریقہ کی مفتوح قومیں آزاد ہونے لگیں۔ ۱۹۴۷ء میں انڈونیشیا آزاد ہوا۔ اور پھر یہ رو ملیشیا، برما، پاکستان، ہندوستان، ایران عراق سے لیکر الجزائر و مراکش تک پھیل گئی۔ اور پھر سطی افریقہ تک اس کی قومیں بھی آزاد ہونے لگیں، گھانا، نائیجیریا و گولڈ کوسٹ) گنی سوڈان وغیرہ وغیرہ شام پر سے فرانسیسی انتدابی قبضہ اٹھ گیا۔ لیکن انگریز فلسطین پر اپنا انتدابی قبضہ ترک کر گئے تو بھی ایک نہایت ہی خطرناک فتنے کا دروازہ کھل گئے

انگریزوں نے ایک طرف عربوں سے جھوٹے وعدے کئے اور انہیں ترکوں کے خلاف اکسایا دوسری طرف انہوں نے یہودیوں کو سبز باغ دکھایا اور مملکت اسرائیل کے قیام کے وعدے کئے۔ یہ فتنہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیان ابھرتا رہا عربوں سے ایک متحدہ عرب سلطنت قائم کرنے کی بات کی گئی۔ کرنل لارنس نے یہ پٹی پڑھائی اور فلسطین کے بارے میں بیل فورڈ اعلان ہوا۔ عربوں اور انگریزوں کے درمیان عہد و پیمان ہوئے۔ اسکی ایک نقل شریف حسین کے پاس رکھی گئی اور ایک انگلستان گئی۔ دوسری طرف انہی بیل فورڈ صاحب اور انکے ہموطنوں نے یہودیوں سے سازش کی۔ اور یہ عہد و پیمان ہوئے کہ یہودیوں کو فلسطین میں بسایا جائیگا اور ہم ان کے وطن کیلئے کوشش کی جائیگی پہلی جنگ عظیم میں جرمن یہودیوں نے اپنے ملک کے خلاف غداری کی تاکہ انگریزوں کو خوش کر سکیں۔ اور انکی مدد حاصل کریں۔ اسی غداری کا انتقام ہٹلر نے یہودیوں سے بعد میں لیا۔ یہ یاد رہے کہ یہودی آبادی روس سے لیکر امریکہ تک پھیلی ہوئی تھی اور تھوڑے یہودی ایشیا میں بھی بستے تھے بخصوصا ممالک عربیہ میں، جرمنی، انگلستان اور امریکہ بہت بڑے بڑے یہودی سرمایہ دار اور اقتدار کے مالک تھے جرمنی سے یہودیوں کی طاقت ہٹلر نے توڑی لیکن انگلستان میں روس چائلڈ اور لارڈ ریڈنگ کے خاندان بہت بڑے سیاسی اور اقتصادی اقتدار کے مالک ہیں۔ انگلستان کا بازار مرادلاً مبرڈ اسٹریٹ میں یہودیوں کا بہت اثر ہے جبکہ آف انگلینڈ پر بھی ان کا اقتدار ہے اسی

طرح امریکہ کے بازار وال اسٹریٹ اور وہاں کے قومی بینک پر یہودی معاشیات کا گہرا اثر ہے۔ پولینڈ، روس اور جرمنی سے یہودی خاندان بھاگ بھاگ کر امریکہ میں آباد ہوئے۔ ان میں بڑے دانشور اور سائنسدان بھی تھے یہودی قوم بہت ذہین اور محنتی قوم ہے۔ آئنسٹائن بھی یہودی تھا۔ فرائڈ اور مارکس بھی یہودی تھے۔ اقبال نے اس قوم کے بارے میں لکھا ہے:

"موسیٰ و ہارون نژاد" غرض یہ کہ معاشی، ذہنی اور سیاسی ذرائع سے یہودیوں نے مغربی ممالک کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ روس کے سیاسی لیڈروں میں بہت سے یہودی تھے اور ابھی تک بہت یہودی وہاں موجود ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی میں یہودیوں کی خاصی تعداد تھی۔ گویا ایک طرف سرمایہ داری پر بھی ان کا قبضہ تھا اور اشتمالی انقلاب پر بھی آج انگلینڈ اور امریکہ میں اسلحہ بنانے والے کارخانوں کی ایک خاصی تعداد یہودیوں کے ماتحت ہے دوسری صنعتیں اور صحافتی ادارے بھی یہودیوں کی ملکیت میں ہیں۔

انگریزوں کا سب سے بڑا خطرناک رویہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے دورِ انتداب (Mandate) میں تمام یورپ اور امریکہ سے یہودیوں کو بلا بلا کر فلسطین میں بسایا اور غریب عربوں کی زمینیں کوڑیوں کے مول خریدی اور پھیلتے چلے گئے۔ ظاہر ہے کہ عرب قومیں اور تمام دنیا کے مسلمان خوابیدہ رہے اور انگریز بنا اسرائیل سے سازش کرتے رہے۔ انگریزوں کے انتداب میں یہودیوں نے فلسطین میں جڑ پکڑ لیا اور بہت بڑی طاقت حاصل کر لی۔ پھر دوسری جنگ عظیم کے بعد ۱۹۴۷ء میں روسیوں، انگریزوں، اور امریکیوں کی سازش سے فلسطین کی تقسیم کر دی گئی۔ انگریزوں کا انتداب ختم ہوا لیکن سلطنت اسرائیل ظالمانہ اور جابرانہ طور پر عالم وجود میں آئی۔ اسی وقت مفتی فلسطین حسین الامینی مدظلہ اور سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے تمام عالم اسلامی کو متنبہ کیا تھا کہ یہ غفلت کا وقت نہیں بلکہ ایک خطرناک اور شرانگیز سازش کے مقابلے کا وقت ہے اور یہ وہ وقت ہے جس کی خبر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے دی تھی۔ صحیح حدیثوں کے باب آثار الساعت میں درج ہے کہ یہودیوں میں دجال اس کے کندھے پر چڑھ کر عرب میں آئیگا۔ اور وہ بحر طبریہ تک پہنچکر اس کا سارا پانی پی جائے گا عبرت اور بصیرت کی بات یہ ہے کہ بحر طبریہ اسرائیل کی ملکیت رہا، شمالی سرحد ہے اور اس کے کنارے پر ایٹم ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے کارخانے قائم ہیں جھیل کا پانی خشک کر کے شورہ بنایا جاتا ہے جو بارود بنانے کے کام آتا ہے

ہمارے بزرگوں نے ہمیں ۱۹۴۸ء میں باخبر کر دیا تھا کہ اسرائیل کے قیام میں روسی، انگریز اور امریکی سازش کر رہے ہیں اور اپنے اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کیلئے اور مشرق وسطیٰ میں پھیلنے کیلئے یہودیوں کو آلہ کار بنا رہے ہیں۔ اقوام متحدہ میں اسرائیل کے قیام کیلئے روسیوں نے اتنی ہی کوششیں کیں جتنی امریکنوں نے کیں، دونوں برابر کے مجرم ہیں! افسوس یہ ہے کہ سرمایہ داری اور اشتمالیت کی سازش کو اہلِ عرب نہیں سمجھ سکے اور اہل اسلام عموماً غافل رہے اور آج بھی غلط طور پر یہ سمجھا جا رہا ہے کہ روسی اشتمالی ممالک عربیہ کی روک رہے ہیں اسی طرح بعض عرب ملک یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ اور انگریزوں کی دوستی پھر سے حاصل کی جا سکے۔ ملت بیضا کی فلاح نہ سرمایہ داری میں ہے اور نہ اشتمالیت میں ہمیں اتحاد اسلامی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اسلامی نصب العین کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہیئے۔

عرب مسلم آبادی، سارے عرب، خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں، تمام عالم اسلامی اور ساری دنیا کے آزادی پسند لوگ اسرائیل کے اور صیہونی تحریک کے اس لئے خلاف ہیں کہ اس طرح پھر ملوکیت، قیصریت، سرمایہ دارانہ نو آبادیاتی نظام یا اشتمالی آمریت کا غلبہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اسرائیل دو بڑی طاقتوں کی بازیگری کا ہتھکنڈہ ہے۔ ایک درد مند دل رکھنے والا مسلمان اور انسانی ہمدردی رکھنے والا آدمی یہودیوں پر بھی افسوس کرتا ہے اسرائیل کے قیام سے اور ظالمانہ قیام سے اہل سیاست نے اسرائیلی قوم پر بھی ظلم کیا۔ اسرائیل عربوں کو تباہ کرنے کا آلہ کار ہے اور یہودیوں کو توپ کا ایندھن بنایا جا رہا ہے۔ یہودیوں سے وہ کام لیا جا رہا ہے جو امریکی اور انگریز فوجوں کو کرنا چاہیئے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ روسی فوجیں براہ راست ان کے مقابلہ کیلئے نکلتیں یہ یاد رہے کہ روسی بھی عربوں کی ہمدردی کو بہانہ بنا کر یہودیوں سے لڑوانا چاہتے ہیں۔

لیکن تقدیر الٰہی مسکرا رہی ہے آج نہیں تو کل، دجالوں کی ان دونوں شاخوں یعنی یاجوج و ماجوج (Magog & Gog) کو شام و فلسطین و مصر اور بحر متوسط میں لڑنا پڑیگا اور یہ جنگ شعلہ نشاں ہو گی اور دنیا کو آتشیں لپیٹ میں لے لیگی۔ روس اور مغربی قومیں آگ سے کھیل رہی ہیں اور عربوں کو ظلم کا نشانہ بنا رہی ہیں افسوس ہے کہ بنی اسرائیل بھی اس نکتہ کو نہیں سمجھتے کہ وہ ذلیل ہو رہے ہیں اور کوئی قلندر انہیں نچا رہا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اہل اسلام کو آل ابراہیم کی دونوں شاخوں سے ہمدردی ہے آل اسمٰعیل سے بھی اور آل اسحٰق و اسرائیل سے بھی لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت مظلوم آل اسمٰعیل ہیں اہل عرب ہیں۔ اس لئے ہمارا دل ان کے لئے پہلے دکھتا ہے اور ہم ظلم کے مقابلے کی دعوت دیتے ہیں۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ پہلے جتنے یہودیوں کو جو یورپ امریکہ میں بڑے آرام سے زندگی گذار رہے تھے غلط پروپیگنڈے کے تحت سمیٹ سمیٹ کر فلسطین میں آباد کیا گیا عربوں کو ان کے گھروں سے نکالا گیا۔ وہ مہاجر کیمپوں میں بیس سال سے مجبور پڑے ہیں، بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور ذلت کی زندگی گذار کر اپنے رب کے پاس فریاد کرنے کو جا رہے ہیں۔ اور آج پھر شرق اردن مصر و شام میں عربوں پر تباہی کا ایک نیا دور آیا اور وہ یروشلم اور دریائے اردن کے مغربی کناروں سے نکال دیئے گئے، لاکھوں انسان کھلے آسمان کے نیچے سسک رہے ہیں، آنسو

معارف القرآن

انبیاء دنیا میں ایک بیج بونے کے لئے آتے ہیں

اللہ تعالیٰ اپنی قدیم سنت کے مطابق اس بیج کو بڑھاتا اور اپنے سلسلہ کو ممتد کر تا چلا جاتا ہے

قربانی کے مواقع سے فائدہ اٹھاؤ اور صحابہؓ کی سی خدمات کر کے خاص انعامات کے وارث بنو

از سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سورۃ القدر کی آیت کریمہ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ کے ضمن میں حضورؓ فرماتے ہیں:-

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ مَطْلَعِ الْفَجْرِ سے کیا مراد ہے؟ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ مَطْلَعِ الْفَجْرِ سے مراد وہ وقت ہے جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے اور یہ غلبہ ہمیشہ نبی کی وفات کے وقت ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "الوصیت" میں تحریر فرمایا ہے کہ "اے عزیزو! خدا تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ وہ اپنی دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا کہ دشمنوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرے۔ ایک قدرت تو وہ ہوتی ہے جس کا نبی کے ذریعہ اظہار ہوتا ہے۔ جب وہ اس راستبازی کا بیج بو دیتا ہے جس کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے۔ اور

دوسری قدرت

وہ ہوتی ہے جس کا اس کے خلفاء کے ذریعہ تکمیل کے رنگ میں اظہار ہوتا ہے" پس یہاں مَطْلَعِ الْفَجْرِ سے نبی کی وفات کا زمانہ مراد ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ تمہاری تمام سلامتی اس بات میں ہے کہ تم اس رات کی عظمت کو پہچانو اور وہ قربانیاں کرو جن کا اس وقت تم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ جب فجر کا طلوع ہو گیا اور نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا اس وقت آسمان کی نعمتیں آسمان پر رہ جائیں گی اور زمین ان برکات سے حصہ نہیں لے سکے گی جن سے اس وقت حصہ لے رہی ہے۔

اس جگہ یہ نکتہ خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نبی کے زمانہ کو بار بار دن بھی کہا گیا ہے اور نبی کو سورج۔ پھر اس کے زمانہ کو لیلۃ القدر یعنی رات بھی کہا گیا ہے یہ دن اور یہ رات کس طرح ہو سکتا ہے سو یاد رہے کہ

دو الگ الگ نسبتوں کی بنا پر

ایک ہی زمانہ کو دن بھی کہا گیا ہے اور رات بھی۔ نبی کا زمانہ رات ہوتا ہے بوجہ اس سے پہلی ظلمت کے۔ اور نبی کا زمانہ رات ہوتا ہے بوجہ اس کے کہ جب وہ اس ظلمت کو دور کر دیتا ہے تو اس کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے کہا جاتا ہے کہ اب تمہارے جانے کا وقت آ گیا۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب گمراہی اور ضلالت کی تاریکیوں کو دور کر دیا تو اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا کے ذریعہ آپ کو وفات کی خبر دی گئی اور بتایا گیا کہ اب ہم تمہیں اپنے پاس بلانے والے ہیں پس چونکہ نبی اس زمانہ میں آتا ہے جب چاروں طرف ظلمت چھائی ہوئی ہوتی ہے اور جب وہ اس ظلمت کو دور کر دیتا اور امن اور ترقی اور کامیابی کا زمانہ آ جاتا ہے تو وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کے زمانہ کو رات قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اس کا سارا کام رات میں ہی ختم ہو جاتا ہے وہ مشکلات کے زمانہ میں آتا اور مشکلات کا دور ختم ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس چلا جاتا ہے۔ پس چونکہ ظاہری بڑی ترقی نبی کی وفات کے بعد آتی ہے اور کامیابیوں کا سورج ہمیشہ مطلع الفجر کے بعد نکلتا ہے اس لئے نبی کے زمانہ کو رات کہا جاتا ہے اگلا زمانہ جو مطلع الفجر سے شروع ہوتا ہے اور جس میں الٰہی سلسلہ کو دنیا میں غیر معمولی عروج حاصل ہوتا ہے وہ اسی وقت آتا ہے جب فجر کا طلوع ہو جاتا ہے۔ یعنی نبی اپنے رب کے پاس جا چکا ہوتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جہاں تک

روحانی ترقیات

کا سوال ہے نبی کا زمانہ روشنی کا زمانہ ہوتا ہے اور نبی کی وفات کے بعد کا زمانہ تاریکی کا زمانہ ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے اس زمانہ میں آسمان سے نزولِ وحی کا ایک عجیب سلسلہ شروع ہوتا ہے برکات و انوار کی بارش ہوتی ہے۔ معجزات و نشانات کا ظہور ہوتا ہے۔ روحانیت کی منازل سالوں اور مہینوں کی بجائے دنوں میں طے ہونے لگتی ہیں۔ اور ایمان و اخلاص و محبت باللہ میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر اس زمانہ کو دن کہا جاتا ہے۔ اسے روشنی اور نور کا زمانہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس زمانہ کو رات قرار دیا جاتا ہے جس میں نبی موجود نہیں ہوتا غرض زمانہ تو ایک ہی ہوتا ہے مگر نسبتوں کے فرق کی وجہ سے اسے رات بھی کہا جاتا ہے اور دن بھی۔ وہ رات ہوتا ہے بوجہ اپنی پہلی ظلمت کے اور بوجہ اس کے کہ نبی کے زمانہ میں دنیوی ترقیات پوری نہیں ہوتیں۔

کامیابیوں اور ترقیات کا زمانہ

نبی کی وفات کے بعد آتا ہے۔ مگر بلحاظ خاص افضالِ الٰہی کے یعنی نزولِ وحی اور نزولِ برکات اور تکمیلِ روحانیت کے اس کا زمانہ دن کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد کا زمانہ رات کا زمانہ کیونکہ اس زمانہ میں دنیا ان برکات سے محروم ہو جاتی ہے جن سے وہ پہلے متمتع ہوا کرتی تھی پس روحانی برکات کے لحاظ سے نبی کا زمانہ دن ہوتا ہے اور بعد کا زمانہ رات۔ اور اس وجہ سے کہ اس کی تعلیم کی دنیوی شوکت ابھی پورے طور پر ظاہر نہیں ہوئی ہوتی کہ نبی اٹھا لیا جاتا ہے اس کا زمانہ رات کا ہوتا ہے کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ مطلع الفجر تک نبی اپنی قوم میں رہتا ہے۔ چونکہ کوئی بھی نبی دنیوی انعامات حاصل کرنے کیلئے نہیں آتا اس لئے جب اس کی

قربانیوں کے مادی نتائج

نکلنے کا وقت آتا ہے اور وہ بیج اپنا پھل دینے لگتا ہے جو اس نے بویا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے فرماتا ہے تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ اور یہ انعام ان دوسروں کے لئے رہنے دو جن کی نگاہ اسے زیادہ قیمتی سمجھتی ہے۔ اسی امر کو مدنظر رکھ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو نجوم قرار دیا ہے کیونکہ نجوم ہمیشہ رات کو ظاہر ہوتے ہیں آپؐ فرماتے ہیں اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ (تنبیہ المبانی) یعنی میرے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے جو برکات نازل کی ہیں ان سے حصہ لے کر میرے صحابہؓ نجوم بن گئے ہیں۔ اب تو دن کا وقت ہے اور سورج اپنی شعاعوں سے دنیا کو منور کر رہا ہے لیکن میرے بعد دنیا پر رات کا زمانہ آ جائے گا۔ اس وقت میرے صحابہ

ستارے بن کر

لوگوں کی رہنمائی کریں گے۔ اس لئے میرے بعد وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو رات کی تاریکیوں میں میرے صحابہؓ سے روشنی حاصل کریں گے۔ اس حدیث میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کو دن قرار دیا ہے اور بعد میں آنے والے زمانہ کو رات کہا ہے لیکن دوسری طرف جہاں تک ظاہری کامیابیوں اور فتوحات کا تعلق ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ رات سے مشابہت رکھتا تھا اور بعد میں آنے والا زمانہ دن سے مشابہت رکھتا تھا۔ چنانچہ دیکھو جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ظاہری رنگ میں غلبہ دینا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اسلام کو ایسی طاقت حاصل ہو گئی کہ ابو بکرؓ کی آواز جب قیصر سنتا تو وہ اس کو رد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ حالت تھی کہ آپؐ کا خط جب اس کے پاس گیا تو اس پر اثر بھی ہوا۔ مگر پھر اپنی قوم سے ڈر گیا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو آپؓ کو ابو بکرؓ سے بھی زیادہ رعب حاصل ہوا۔ قیصر صرف ان کی بات کو سنتا ہی نہیں تھا بلکہ ساتھ ہی وہ ڈرتا بھی تھا کہ اگر میں نے اس کے مطابق عمل نہ کیا تو میرے لئے اچھا نہیں ہوگا۔ اور کسریٰ تو اس وقت تک بالکل تباہ ہو چکا تھا۔ عثمانؓ کا زمانہ آیا تو ان کو بھی ایسا دبدبہ اور رعب حاصل ہوا کہ چاروں طرف ان کا نام گونجتا تھا۔ اور ہر شخص سمجھتا تھا کہ مجھے امیر المومنین کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اب جہاں تک دنیوی اعزاز کا سوال ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ عزت حاصل نہیں ہوئی جو ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کو حاصل ہوئی۔

مگر پھر بھی یہ لوگ روحانی دنیا کے نجوم تھے شمس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے

غرض نبی کی وفات کے معاً بعد سے روحانی لحاظ سے رات کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن جسمانی لحاظ سے نبی کی وفات طلوع فجر پر دلالت کرتی ہے۔ اور معاً بعد سے طلوع آفتاب، یعنی ظاہری کامیابیوں کا نظارہ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ ویسا ہی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

ہوا۔ ویسا ہی مسیح ناصریؑ اور موسیٰؑ کے زمانہ میں ہوا۔ اور ایسا ہی اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔ آپؑ کے زمانہ میں جو آخری جلسہ ہوا اس میں سات سو آدمی جمع ہوئے تھے۔ مجھے یاد ہے آپ سیر کے لئے باہر تشریف لے گئے تو بڑی چھلہ میں جہاں پیپل کا درخت ہے وہاں لوگوں کی کثرت اور ان کے اژدحام کو دیکھ کر آپؑ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے ہمارا کام ختم ہو چکا ہے کیونکہ اب غلبہ اور کامیابی کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں۔ پھر آپ بار بار احمدیت کی ترقی کا ذکر کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو کس قدر ترقی بخشی ہے۔ اب تو ہمارے جلسہ میں سات سو آدمی شامل ہونے کے لئے آ گئے ہیں۔ یہ اتنی بڑی کامیابی ہے کہ میں سمجھتا ہوں جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا تھا وہ پورا ہو چکا ہے

اب احمدیت کو کوئی مٹا نہیں سکتا

غرض سات سو آدمیوں کے آنے پر آپؑ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے سمجھا جس کام کے لئے مجھے کھڑا کیا گیا تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے مگر اب خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ حالت ہے کہ صرف درس میں ہی آٹھ آٹھ سو آدمی جمع ہو جاتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو کہیں باہر سے نہیں آتے بلکہ قادیان میں رہنے والے ہیں۔ اور جلسہ سالانہ پر تو خدا تعالیٰ کے فضل سے پچیس تیس ہزار آدمی باہر سے اکٹھا ہو جاتا ہے[1] غرض ہمارا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی پر ترقی کر رہا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں کوئی نہ کوئی شخص بیعت میں شامل نہ ہو۔ ترقی اور عروج اور طاقت میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس غلبہ کے باوجود کون کہہ سکتا ہے کہ یہ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے بہتر ہے۔ بیشک ہمیں کامیابیاں زیادہ حاصل ہو رہی ہیں ترقیات زیادہ حاصل ہو رہی ہیں۔ غلبہ زیادہ حاصل ہو رہا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کو یاد کر کے

دل تڑپ اٹھتا ہے

اور یہ ساری کامیابیاں بالکل حقیر نظر آنے لگتی ہیں

میرے قرآن پر ایک چھوٹا سا پرانا نوٹ ہے جو ان قلبی کیفیات کو خوب ظاہر کرتا ہے جو نبی کا زمانہ دیکھنے والوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔ میں نے سَلَامٌ پر نوٹ لکھا ہے

"یعنی اس رات میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ آہ مسیح موعود کا وقت! اُس وقت تھوڑے تھے مگر امن تھا۔"

بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی بڑی ترقیات دی ہیں مگر یہ ترقیات اس زمانہ کا کہاں مقابلہ کر سکتی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ بیشک آج دنیوی لحاظ سے جو رتبہ ہم کو حاصل ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل نہیں تھا۔ جتنے لوگ ہماری باتیں ماننے والے موجود ہیں اتنے لوگ باتیں ماننے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں موجود نہیں تھے۔ جتنا خزانہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اتنا خزانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ اب بعض دفعہ خدا تعالیٰ ایک ایک دن میں پچیس پچیس تیس تیس ہزار روپیہ چندے کا بھجوا دیتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اتنا چندہ سارے سال میں بھی جمع نہیں ہوتا تھا مگر اس تمام ترقی کے باوجود

کون کہہ سکتا ہے

کہ یہ زمانہ اُس زمانہ سے بہتر ہے

مجھے یاد ہے جب لنگر خانہ کا خرچ بڑھا اور کثرت سے قادیان میں مہمان آنا شروع ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور پر یہ فکر پیدا ہو گیا کہ اب ان اخراجات کے پورا ہونے کی کیا صورت ہو گی۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ

خدا تعالیٰ کے فضل سے

ایک ایک احمدی لنگر خانہ کا سارا خرچ دے سکتا ہے

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زلزلہ کے متعلق اپنی پیشگوئیوں کی اشاعت فرمائی تو قادیان میں کثرت سے احمدی دوست آ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دوستوں سمیت باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں

خیموں میں رہائش

شروع کر دی۔ چونکہ ان دنوں قادیان میں زیادہ کثرت سے مہمان آنے لگ گئے تھے ایک دن آپ نے ہماری والدہ سے فرمایا کہ اب تو روپیہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی میرا خیال ہے کسی سے قرض لے لیا جائے۔ کیونکہ اب اخراجات کے لئے کوئی روپیہ پاس نہیں رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؑ ظہر کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو اس وقت آپ مسکرا رہے تھے۔ واپس آنے کے بعد پہلے تو آپؑ کمرہ میں تشریف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے اور والدہ سے فرمایا کہ انسان باوجود خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھنے کے بعض دفعہ بدظنی سے کام لیتا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ لنگر کے لئے روپیہ نہیں۔ اب کہیں سے قرض لینا پڑے گا۔ مگر جب میں نماز کے لئے گیا تو ایک شخص جس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک پوٹلی میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے اس کی حالت کو دیکھ کر سمجھا کہ اس میں کچھ پیسے ہوں گے مگر جب گھر آ کر اُسے کھولا تو اس میں سے

کئی سو روپیہ

نکل آیا۔

اب دیکھو وہ روپیہ آج کل کے چندوں کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا تھا۔ آج اگر کسی کو کہا جائے کہ تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا ایک دن نصیب کیا جاتا ہے بشرطیکہ تم لنگر کا ایک دن کا خرچ دے دو تو وہ کہے گا ایک دن کا خرچ نہیں تم مجھ سے سارے سال کا خرچ لے لو لیکن خدا کے لئے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا ایک دن دیکھنے دو۔ مگر آج کسی کو وہ بات کہاں نصیب ہو سکتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قربانی کرنے والوں کو نصیب ہوئی۔

افسوس کہ لوگوں کے سامنے قربانی کے مواقع آتے ہیں تو وہ اُن سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور جب وقت گزر جاتا ہے تو حسرت اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کاش! ہم نے فائدہ اٹھایا ہوتا۔ کاش! ہم نے وقت کو ضائع نہ کیا ہوتا۔ اب بھی خدا تعالیٰ نے ان کے لئے ایک بڑا موقعہ پیدا کیا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کا موعود ان میں موجود ہے۔ اگر وہ چاہیں تو صحابہ کی سی خدمات کر کے صحابہ کے سے انعامات حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر کتنے ہیں جو اس نعمت کی قدر کرتے ہیں۔ ہاں بہت لوگ اُس وقت روئیں گے اور آہیں بھریں گے جب وہ زمانہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

غرض انبیاء دنیا میں ایک بیج بونے کے لئے آتے ہیں۔ وہ بیج بظاہر ایسے حالات میں بویا جاتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں وہ ضائع چلا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنی قدیم اور ازلی سنت کے مطابق اس بیج کو بڑھاتا اور اپنے سلسلہ کو ممتد کرتا چلا جاتا ہے۔ اس دوران میں الٰہی سنت کے مطابق

قربانی کے کچھ اور مواقع

پیدا ہو جاتے ہیں۔ تب وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی محبت رکھتے ہیں۔ اپنی حسرتوں کو پورا کرنے کے لئے آگے بڑھتے اور قربانیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پھر بھی سوئے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ بھی گزر جاتا ہے۔ اور وہ کفِ افسوس ملنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہ کیا۔

آج لوگ حسرتیں کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ نہ ملا۔ مگر اس حسرت کے باوجود وہ موجودہ قربانیوں میں پوری طرح حصہ نہیں لے رہے۔ اس کا کیا نتیجہ ہو گا۔ یہی کہ وہ اِس زمانہ کو بھی کھو دیں گے۔ اور حسرت کریں گے کہ کاش! انہیں مصلح موعود کے زمانہ میں خدمت کا کوئی موقعہ مل جاتا۔ حالانکہ ان حسرت کرنے والوں میں بہت لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے اس زمانہ کو پایا مگر ان کی آنکھیں بند رہیں۔ انہوں نے وقت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کی اور حسرت اور افسوس کے سوا ان کو اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

(تفسیر کبیر جلد ۶ جزء ۲ حصہ دوم صفحہ ۲۳۵ تا صفحہ ۲۴۱)

[1] اور اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت اتنی ترقی کر چکی ہے کہ ہمارے ربوہ کے جلسہ سالانہ پر ایک لاکھ کا اجتماع ہوتا ہے۔ الحمد للہ۔ ایڈیٹر

سالانہ حساب حصہ آمد

موصی صاحبان کی خدمت میں حصہ آمد کا سالانہ حساب بھجوایا جا رہا ہے اگر اس حساب میں کمی بیشی نظر آئے تو دفتر ہذا کو مطلع فرماویں

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

قسطِ اوّل

مولوی ابوالحسن علی صاحب ندوی کی تصنیف "قادیانیت"

اور مولوی صاحب کی عالمیت کی حقیقت!

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

ہر نبی کی مخالفت

الٰہی صداقتوں کے انتشار کے ساتھ ساتھ مخالفت لازمی امر ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (یٰسین) پھر فرماتا ہے فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (بقرہ) اسی طرح فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا (انعام ۱۱۳) کہ ہم نے انسانوں اور جنوں میں سے سرکشوں کو اسی طرح ہر ایک نبی کا دشمن بنا دیا ان میں سے بعض بعض کو دھوکا دینے کے لئے ان کے دل میں بُرے خیال ڈالتے ہیں۔ جو محض فریب اور ملمع کی باتیں ہوتی ہیں۔

پھر فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا (فرقان: ۳۲) کہ اسی طرح ہم نے سب نبیوں کے لئے مجرموں میں سے دشمن مقرر کر دئے ہیں اور تیرا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لحاظ سے بلکل کافی ہے

پس الٰہی تحریکوں کے ساتھ شیطانی تحریکیں بھی چلتی ہیں۔ اضداد سے چیزوں کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر تاریکی نہ ہو تو نور کی حقیقت اور قدر و منزلت کبھی ظاہر نہ ہو۔ پس صداقت و حقیقت کے لئے مخالفت بطور کھاد ضروری ہے تحریکِ احمدیت ایک الٰہی تحریک ہے۔ یہ بھی اس کلیہ سے مستثنےٰ نہیں۔ اس کی بھی بھرپور مخالفت ہر قوم اور ہر چھوٹے بڑے طبقہ کی طرف سے ہوئی ہے کیونکہ سچے مدعی کے متعلق شیطان سمجھتا ہے کہ یہ مدعی میرا کام خراب کر دے گا اس لئے وہ مخالفوں کو بھڑکا کر اپنی "ڈیوٹی" پوری کرتا ہے جس کا اس نے یہ کہہ کر اظہار کیا تھا کہ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا (بنی اسرائیل: ۶۳) اس نے اللہ تعالےٰ سے کہا کہ اگر تو مجھے قیامت کے وقت تک مہلت دے تو مجھے تیری ہی ذات کی قسم ہے کہ میں آدم کی اولاد کو اپنے قابو میں کر لوں گا سوائے تھوڑے سے لوگوں کے غرضیکہ شیطان نے نسلِ انسانی کی گمراہی کا ذمہ اٹھایا ہوا ہے وہ ہر صورت میں اسے پورا کرنے کے لئے جتن کرتا ہے۔

مخالفوں کی ناکامی و نامرادی

مخالفوں نے اپنا پورا زور لگا کر دیکھ لیا وہ بری طرح سے ناکام ہوئے۔ انہوں نے مختلف وقتوں میں مختلف پینترے بدلے۔ کسی نے کسی رنگ میں زور لگایا اور کسی نے کسی رنگ میں۔ ان میں سے خاص طور پر علماء کا طبقہ پیش پیش رہا۔ جن میں سے مولوی نذیر حسین دہلوی مولوی انور شاہ دیوبندی۔ قاضی سید سلیمان منصور پوری مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ مولوی محمد علی صاحب مونگھیری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ انگریزی دانوں میں سے علامہ اقبال۔ پروفیسر الیاس برنی نے نیا ڈھنگ اختیار کیا۔ اور موجودہ دور میں مولوی مودودی صاحب اور مولوی ابوالحسن علی ندوی نے اپنے اپنے مخصوص انداز میں تحریکِ احمدیت سے دنیا کو برگشتہ کرنے کے لئے نہایت ہی غلط طریق اختیار کیا۔ اسی غرض سے ندوی صاحب موصوف نے ایک کتاب "قادیانیت" عربی اردو اور انگریزی میں شائع کی ہے۔

تعارفِ مصنف

مولوی ابوالحسن علی صاحب ندوی کون ہیں؟ ان کا تعارف ناشر کتاب مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے "مصنفِ کتاب" کے زیرِ عنوان اس طرح کرایا ہے:-

- "سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء
- صدر مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنؤ
- رکن عربی اکیڈیمی دمشق
- رکن مجلسِ شوریٰ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ
- رکن مجلسِ تاسیس رابطۂ عالمِ اسلامی مکہ معظمہ
- رکن مجلسِ عاملہ مؤتمر عالمِ اسلامی بیروت
- رکن مجلسِ انتظامی اسلامک سنٹر جنیوا
- رکن مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند
- رکن مجلسِ انتظامی و مجلسِ عاملہ دارالمصنفین اعظم گڑھ
- سابق وزٹنگ پروفیسر دمشق یونیورسٹی و جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ"

یہ ہیں مولوی ابوالحسن علی صاحب مصنفِ قادیانیت۔ مولوی ندوی صاحب نے اپنی کتاب کے شروع میں "حرفِ گفتنی" کے زیرِ عنوان سبب تالیفِ کتاب اور اس کی نوعیت کا ذکر کیا ہے باب اوّل میں تحریکِ احمدیت کے زمانہ کے ماحول اور اس کی بنیادی شخصیتوں کا۔ بابِ دوم میں حضرت اقدس کے عقیدہ اور دعوت کا خیالی تاریخی ارتقاء اور ترتیب دعاوی کا اور بابِ سوم میں آپ کی سیرت و زندگی، جہاد کی مزعومہ مخالفت درشت کلامی اور محمدی بیگم کی پیشگوئی کے ایک حصہ کے پورا نہ ہونے کا۔ بابِ چہارم میں تحریکِ احمدیت کو ایک الگ مستقل مذہب اور متوازی امت اور دعوئے نبوت کو ختمِ نبوت کے خلاف بغاوت قرار دیا ہے۔ نیز لاہوری فرقے کے عقیدہ و تفسیر کی حقیقت اور اس بات کا ذکر کیا ہے کہ قادیانیت نے عالمِ اسلام کو کچھ بھی عطا نہیں کیا۔ اور اس طرح اسے ایک بے کار تحریک ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

کتاب کا نام "قادیانیت"

مولوی صاحب کی عدمِ رواداری

مولوی صاحب نے عدمِ رواداری سے کام لے کر تحریکِ احمدیت کو "قادیانیت" کا نام دے کر اپنے اندرونہ کا خوب مظاہرہ کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ "قادیانیت" کوئی تحریک نہیں بلکہ جس تحریک کے خلاف انہوں نے قلم اٹھایا ہے وہ تحریکِ احمدیت ہے اس کا نام قادیانیت رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مشرکینِ عرب اہلِ اسلام کا نام صابی رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد کی بجائے نعوذ باللہ مذمم کہہ کر پکارتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف احمدیت کے نام کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اس کے اصلی نام کی بجائے من گھڑت نام رکھ کر قرآنی حکم لاتنابزوا بالالقاب کو توڑنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ نام اختیار کر کے اس روح کا اظہار کیا ہے جس کے تحت انہوں نے "قادیانیت" لکھی ہے۔ جو شخص عالم کہلا کر کسی کا اصل نام لینا بھی گوارا نہیں کر سکتا وہ صداقت اور حقیقت کو کیسے برداشت کر سکتا ہے

سببِ تالیف "قادیانیت"

اس وقت ہمارے سامنے کتاب "قادیانیت" کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے "حرفِ گفتنی" کے شروع میں لا نبی بعدی کی طرف اشارہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام مجلسِ مذاکراتِ اسلامی میں عالمِ اسلام کے ممتاز و نامور اہلِ علم بالخصوص شرقِ اوسط کے سربرآوردہ حضرات نے شرکت کی انہوں نے ہندوستان و پاکستان کی مشہور مذہبی تحریک قادیانیت اور اس کے اساسی عقائد و خیالات کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ تحقیق کا شوق بالکل حق بجانب اور قدرتی امر تھا۔ اس سرزمین میں اس تحریک کا ظہور اور نشوونما ہوا۔ یہیں سے اس کے متعلق مستند معلومات اور مواد حاصل ہو سکتا [illegible] اس پر آپ نے اپنے استاد کے حکم سے مجبوراً اس موضوع پر عربی زبان میں ایک "مکمل" کتاب کی تالیف کی اور پھر اسے اردو و انگریزی کا جامہ [illegible]

مولوی صاحب کا تحقیقی طریقِ گریز

احمدیت کے متعلق پوری پوری معلومات حاصل کرنے کا صحیح طریق یہ تھا کہ وہ اتنی دفعہ ان [illegible] ہوئے علماء کو لے کر مرکزِ احمدیت ربوہ پہنچ جاتے اور وہاں تبادلۂ خیالات کے ذریعے صحیح صحیح بنیادی معلومات خود بھی لیتے اور ان کو بھی دیتے۔ تبادلۂ خیالات [illegible] غلط فہمیوں کا ازالہ [illegible] نے یہ صحیح دوسرا طریق اختیار [illegible] دوسرا [illegible] یہ تھی کہ وہ علمائے ربوہ کو اپنے ہاں لاہور میں [illegible] دے کر بلا لیتے۔ اور اپنے عرب [illegible] معلومات جو کسی سلسلہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہیں، حاصل کرتے۔ مگر وہ اس طرف [illegible] حالانکہ یہ دونوں طریق بہترین طریق [illegible] کے ذریعہ سے کم سے کم وقت میں [illegible] معلومات ان کو حاصل ہو سکتی تھیں۔ [illegible] کے اشد ترین مخالفوں سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ اس کے متعلق ان کو صحیح معلومات پہنچائیں گے۔ جس سے ان کو عناد [illegible] ہے۔ کیا اسلام کے متعلق کسی چرچ کے پادری سے صحیح معلومات کی توقع کی جا سکتی [illegible]

مولوی صاحب نے صحیح طریق اس لئے اختیار نہ کئے کہ کہیں علمائے بلادِ عربیہ مسیح موعود علیہ السلام کی بے نظیر عربی تصانیف اور چیلنج، جن کا مقابلہ کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی نہ کر سکا، دیکھ کر مبہوت و مرعوب ہو کر احمدیت سے متاثر نہ ہو جائیں۔ [illegible] بلادِ عربیہ کا بھی یہ صریح غلط اقدام تھا کہ انہوں نے احمدیت کے حامیوں کی بجائے ایک شدید مخالف سے احمدیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی خواہش کی۔ کیا مکہ کے لوگ باہر سے آنے والوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحیح و یقینی معلومات مہیا کیا کرتے تھے۔ [illegible] قسم کے مخالف سے اس قسم کی توقع کی گئی [illegible]

اس تحریک کے ملک میں عین اس کے مرکز تک پہنچ کر بھی وہ تحقیق کے لئے وہاں نہیں پہنچے حالانکہ احادیث میں آتا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو تو خواہ گھٹنوں کے بل بھی چل کر جانا پڑے تو اس کے پاس جاؤ۔ اور میرا سلام پہنچاؤ۔ یہاں گھٹنوں کے بل چلنے کا سوال ہی نہ تھا بیٹھے بیٹھے کھاتے پیتے تھوڑے سے وقت میں ... پہنچ کر براہ راست تحقیق کر سکتے تھے۔ یہ ان کے لئے ایک غیر معمولی سنہری موقعہ تھا وہ اپنے اپنے ملک کے نمائندے تھے۔ انکی ذاتی تحقیق سے ان کے ملک مستفید ہو سکتے تھے مگر انہوں نے اس موقعہ سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ اسے ضائع کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے سے باز رہے۔ اگر وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے تو یقیناً ان کے ممالک کے علاوہ اہل پاکستان اور ہندوستان ان کے بیحد ممنون ہوتے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اس چشمۂ صافی کے پاس پہنچ کر پیاسے واپس چلے گئے۔ اور سوائے محرومی کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ وہ خالی ہاتھ آئے اور خالی ہاتھ چلے گئے جس کا ہمیں ازحد افسوس ہے۔ کاش کہ اب بھی بلادِ عربیہ کے علماء پاکستان آکر نیک نیتی سے صحیح لائنوں پر تحریک احمدیت کا مطالعہ کریں۔ اور اس کا جائزہ لے کر فائدہ اٹھائیں۔ اور مخالفوں و معاندوں کو منہ نہ لگائیں۔ بلکہ ان کی مخالفانہ تحقیق کی حقیقت ظاہر کر کے دنیا کو اصل حقیقت سے باخبر کریں

مصنف کی افتادِ طبع اور ذہنی تربیت اور ذوقی پستی و شدتِ تعصب

تحریک احمدیت کو اس وقت تک ستر سال سے بھی اوپر ہو چکے تھے اور یہ تحریک اپنے ملک سے نکل کر دیگر ممالک میں بھی پھیل چکی تھی۔ مگر وہ لکھتے ہیں کہ "اس وقت تک ان کو اس کی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ یہ موضوع افتادِ طبع اور اس وقت تک کی ذہنی تربیت کے خلاف تھا مصنف کا ذوق اس وقت تک قادیانی لٹریچر اور مرزا صاحب کی تصنیفات کے مختصر سے مختصر حصہ کے مطالعہ کے لئے بھی کبھی آمادہ نہیں ہو سکا۔ اور وہ اس کوچہ سے یکسر نابلد تھا۔"

مولوی صاحب کو اپنی اس ذہنی تربیت کی پستی کا علی الاعلان اعتراف ہے۔ غرضیکہ مولوی صاحب نے احمدیہ لٹریچر کے مطالعہ سے اس وقت تک گریز کرنا اپنا نصب العین بنائے رکھا اور اسے اپنی افتادِ طبع اور ذہنی تربیت قرار دیا۔ جب تک کہ وہ اس کے لئے مجبور نہ کر دیئے گئے۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ یہ کام شروع ہوا "ایک مہینہ اس علمی و تصنیفی اعتکاف میں اس طرح گزرا کہ گویا دنیا کی خبر نہ تھی۔ اور سوائے اس موضوع کے کوئی دوسرا موضوع فکر نہ تھا۔"

ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے پوری تحقیق سے ایک مکمل کتاب تیار کی ہے اور یہ کہ مصنف نے مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات اور احمدیہ لٹریچر کا براہِ راست مطالعہ کیا اور انہیں کے ذریعہ ان کی دعوت و تحریک اور نظام کو سمجھنے اور ایک غیر جانبدار مورخ اور طالب حق کی طرح آزادانہ رائے قائم کرنے کی کوشش کی۔ (قادیانیت ص۹)

مصنف کی تحقیق کی بنیاد برنی کی زٹیل کتاب پر

اس پوری تحقیق کی حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے خود اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ

"پروفیسر الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب" نے مصنف کی ابتدائی رہنمائی کی اور اس سے کتاب کی ترتیب کا خاکہ بنانے میں بڑی مدد ملی ......
اس جلیل القدر کتاب سے بہت سے قادیانی مآخذ کا علم ہوا۔ اور بہت سی معلومات حاصل ہوئے" (الیضاً)

اس سے صاف عیاں ہے کہ مولوی صاحب نے الیاس برنی جیسے معاندِ سلسلہ کی کتاب کو اپنا رہنما بنایا اور پھر اس کا تیار شدہ چربہ ایک نئے رنگ میں پیش کر دیا۔ جو شخص اپنی تحقیق کی بنیاد ایک اشد ترین مخالف کی کتاب پر رکھتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا قدم یقیناً ہموار راستہ سے بھٹک جاتا ہے۔

الیاس برنی کی کتاب کا جواب جماعت احمدیہ کی طرف سے "قادیانی مذہب کا جواب" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب موصوف نے اس کا بھی مطالعہ فرمایا ہے یا نہیں اگر وہ اس کا مطالعہ فرما لیتے اور اس کا ذکر اس کے ساتھ کر دیتے تو ان کی تحقیق کے رنگ کا پبلک کو علم ہو سکتا تھا۔ غالب گمان یہی ہے کہ انہوں نے اس طرف کا رخ نہیں کیا۔ مولوی صاحب نے اپنی کتاب کے مآخذ کا ذکر صفحہ ۲۴۷ پر کیا ہے۔ انہوں نے نہ تو فہرست میں اور نہ کہیں دوسری جگہ اس بات کا کوئی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مخالفین کے جواب میں شائع ہونے والی مشہور کتب کا بھی مطالعہ کر لیا ہے۔ مولوی صاحب کا رویہ بتاتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کی بنیاد سراسر یکطرفہ مخالفانہ خیالات پر رکھی ہے جو کہ ریت کے تودہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ انہوں نے ان کے جوابات کی کوئی پروا نہیں کی۔ اگر وہ "احمدیہ پاکٹ بک" اور "تفہیمات ربانیہ" اور "قادیانی مذہب کا جواب" اور "مسیح موعود کے کارنامے" "احمدیت" "دعوۃ الامیر" کا بھی مطالعہ کر لیتے تو بھی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکتا تھا۔ مگر ان کی کتاب کے کسی حصہ سے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ انہوں نے جوابی کتب کی طرف بھی کوئی توجہ دی ہو۔ ہاں اگر پتہ لگتا ہے تو اس بات کا کہ انہوں نے الیاس برنی کی کتاب میں سے اپنی من پسند باتیں لے کر کچھ حوالے حضرت اقدس کی کتب سے مقابلہ کر کے دیکھ لیئے اور لکھ دیا کہ یہ کتاب "قادیانیت" میری ایک ماہ کی آزادانہ تحقیق کا "مکمل" ڈھانچہ ہے اور اس طرح اس کتاب کو اپنی تحقیق کا نتیجہ قرار دے لیا ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے یقیناً حضرت اقدس علیہ السلام کی جملہ کتب اور احمدیہ لٹریچر کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا۔ صرف مخالفوں کی بعض مخالفانہ کتب میں سے حسبِ منشا بعض حوالے لے کر ان کو درج کر لیا ہے۔ اور ان کا مقابلہ اصل حوالہ سے کر کے اس کا نام پوری "تحقیق" رکھ لیا ہے مگر مولوی صاحب نے اپنی تحقیق میں حضرت اقدس علیہ السلام کے لٹریچر کے بحرِ علوم کی شناوری یقیناً نہیں کی۔ مخالفانہ و موافقانہ لٹریچر کا مطالعہ ایک ماہ میں یقیناً محال امر ہے۔ میں نے ایک دفعہ حضرت اقدس علیہ السلام کی تصنیفات کا مطالعہ سب کام ترک کر کے دن رات لگا کر بمشکل ڈیڑھ ماہ میں ختم کیا تھا۔

مولوی صاحب کی افتادِ طبع نے ان کو اس قسم کے مطالعہ کی طرف آنے کی تکلیف نہیں دی۔ اگر وہ ان کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے تو ان کو یقیناً ان میں حقائق و معارف کا دریا بہتا نظر آتا۔ مگر مولوی صاحب کی تو یہ غرض ہی نہ تھی۔ ان کی جولانیٔ طبع کا میدان تو کچھ اور ہی تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی ہی حقیقی لائن سے پھسل گئے!

(باقی آئندہ)

صدر انجمن احمدیہ کا نیا مالی سال

اور

بقایا دار افراد کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا تاکیدی ارشاد

جملہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے عہدیدارانِ مال کو گزشتہ مالی سال ۱۹۶۷-۶۸ء کی وصولی اور بقایا کی پوزیشن سے اطلاع دیتے ہوئے نظارت ہذا کی طرف سے بجٹ لازمی چندہ جات ۱۹۶۸-۶۹ء کی اطلاعات بھجوائی جا چکی ہیں۔

متعدد جماعتیں ایسی ہیں جنہوں نے اپنے ذمہ گزشتہ مالی سال کا متوقع بجٹ پورا نہیں کیا اور بعض جماعتوں کی وصولی تو بہت کم ہے۔ اور ان کے ذمہ چندوں کی کثیر رقوم بقایا ہیں۔ جماعتی ترقی کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ بقایا دار احباب کو ہر ممکن طریق سے سمجھا کر ان سے وصولی کر کے بقایاجات کو صاف کیا جائے۔ اس تعلق میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"یاد رکھنا چاہیئے بجٹ کو پورا کرنا مجھ پر احسان نہیں نہ سلسلہ پر احسان ہے۔ جو خدا کے دین کی خدمت کیلئے کچھ دیتا ہے وہ خدا تعالےٰ سے سودا کرتا ہے اور اس سودا کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے خدا کے نزدیک جوابدہ ہے۔ اور جس قدر کمی رہتی ہے وہ اس کے نام بقایا ہے۔ اگر وہ اس دنیا میں ادا نہیں کرتا تو جب خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا خدا تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جہنم میں بقایا ادا کر کے آؤ۔"

پس مقامی عہدیداران کا فرض ہے کہ چندہ جات کی ادائیگی میں وہ خود بھی اعلےٰ عملی نمونہ پیش کریں اور بقایا داروں کو سمجھائیں کہ خدا تعالےٰ غضب میں دھیما ہے ابھی وقت ہے کہ وہ توجہ کریں اور اس کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ آئندہ کیلئے چندہ میں باقاعدگی اختیار کریں اور بقایاجات کو ادا کریں۔ اگر وہ اپنی آمدنی میں سے خدا کا حصہ پہلے نکال لیں گے۔ تو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے بقیہ مال میں برکت ڈال دیگا

گزشتہ مالی سال میں متوقع بجٹ حصہ آمد کے مقابل پر وصولی حصہ آمد میں کمی کا معاملہ جب سالانہ بجٹ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے سامنے پیش ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ:-

"یہ قابلِ افسوس ہے کہ حصہ آمد میں آمد کم ہوئی ہے اگر موصی صاحبان نے پوری طرح ادائیگی نہیں کی اور اس وجہ سے کمی آئی ہے تو نادہند موصیوں کی وصیتیں منسوخ ہونی چاہئیں"

حضور اقدس کا یہ ارشاد ایسے بقایا داروں کے لئے ایک "تازیانہ" کی حیثیت رکھتا ہے۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہونے کی توفیق بخشی مگر اپنی سستی اور عملی غفلت کی وجہ سے وہ اس قابل سمجھے گئے ہیں کہ نظامِ وصیت سے فارغ کر دیئے جائیں۔ لہٰذا ایسے جملہ احباب جماعت اور ایسی جماعتوں کے عہدیدارانِ مال سے گزارش ہے کہ وہ اپنی مالی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے سابقہ غفلت کو چھوڑ کر بیدار اور ہوشیار ہو جائیں۔ اور وقت کی آواز کو پہچان کر اپنے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکے وعدۂ بیعت کو پورا کر کے سابقہ کوتاہی کا ازالہ فرمائیں۔

جملہ مبلغین صاحبان کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں احبابِ جماعت کو مالی قربانی کی ضرورت اور اہمیت سے پوری طرح آگاہ کر کے قربانی کے اعلیٰ معیار کو پیدا کرنے کی کوشش فرمائیں۔

اللہ تعالےٰ جملہ احباب کو فرض شناسی کی توفیق بخشے آمین

ناظر بیت المال قادیان

قسط دوم

تقریر جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۶۷ء

اسلام کی اخلاقی تعلیم

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد قادیان

میانہ روی کا حکم

اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے تمام کاموں میں میانہ روی کی عادت ڈالنی چاہیئے نہ تو وہ افراط کی طرف جھکنے والا ہو اور نہ تفریط کی طرف مائل ہونے والا۔ ورنہ اس کے طبعی جذبات جوش میں آکر کناروں پر سے بہہ پڑیں گے۔ اور بجائے نیکی میں ترقی کرنے کے گناہ کا مرتکب ہوگا۔ چنانچہ فرمایا جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (بقرہ - ۱۴۴) کہ ہم نے تمہیں ایک ایسی امت بنایا ہے جو ہر کام میں اعتدال سے کام لیتی ہے یعنی نہ تو صرف اور صرف انتقام مقصود ہوتا ہے اور نہ صرف اور صرف عفو اور درگذر۔ بلکہ مقصد اصلاح ہوتی ہے کبھی سختی کی ضرورت ہوتی ہے، اور کبھی نرمی کی۔ یہ کہہ کر اسلام نے گناہ کے تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں میں صرف چند احکام بطور نمونہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (الشوریٰ ۴۱) اور بدی کا بدلہ اتنا ہی ہے جتنا کہ جرم تھا۔ پھر جب کوئی کسی کو نقصان پہنچائے اور وہ اس کے گناہ کو معاف کردے اس طرح کہ اس سے اصلاح پیدا ہوتی ہو۔ اس کا نتیجہ فساد نہ ہو تو ایسے شخص کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ ایک طرف انتقام پر جس کا ظاہری نتیجہ سزا ہے یہ قید لگائی کہ ظلم کا طریق اختیار نہ کیا جائے۔ اور دوسری طرف عفو کے لئے بھی شرط لگا دی کہ اگر معاف کرنے کے نتیجہ میں اصلاح ہوتی ہو تو معاف کیا جائے۔ لیکن اس کے علاوہ یہ بھی ممکن تھا کہ ظالم طاقتور ہو۔ اور مظلوم بدلہ نہ لے سکتا ہو یا مطلقاً بدلہ لینا نہ چاہتا ہو تو زبان سے ہی بدگوئی کرے اس کے لئے اسلام کہتا ہے وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ" (حجرات - ۱۲) کہ تم کو ایک دوسرے کی عیب چینی جائز نہیں۔ اور نہ گالیاں دینی جائز ہیں ــــ پھر انتقام کی یہ صورت بھی ہو سکتی تھی کہ وہ قطع تعلق کر لیتا۔ اس کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ (متفق علیہ) یعنی کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن تک بولنا بند کردے ــــ پھر یہ صورت بھی انتقام کی ہو سکتی تھی کہ دل میں کینہ رکھے۔ اس سلسلہ میں فرمایا وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (حجر ۴۸) کہ ہم نے مومنوں کے دل سے کینہ نکال دیا ہے۔ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اَلْمُؤْمِنُ لَیْسَ بِحَقُوْدٍ" (کنوز الحقائق للمناوی بر حاشیہ جامع الصغیر للسیوطی جلد دوم صفحہ ۱۸۰) یعنی مومن کینہ پرور نہیں ہوتا۔

یہی وہ تعلیم تھی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے اپنی دفاعی اور حفاظتی جنگوں میں کبھی ظلم کا طریق اختیار نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اعتدال کو مدِ نظر رکھا۔ اور جہاں بھی وہ گئے اسی تعلیم کے پابند رہے۔ اور یہی وہ بابرکت اخلاقی تعلیم ہے جس نے عربوں جیسے سفاک اور وحشی درندوں کو بھی نہ صرف انسان بلکہ باخدا انسان بنا دیا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ معمولی معمولی بات پر انسان کا خون بہا دینا عربوں کا محبوب مشغلہ تھا لیکن یہی قوم جب اسلام کی اخلاقی تعلیم پر عمل پیرا ہوتی ہے تو وہ سب خودسری اور بے اعتدالی بھول کر ساری دنیا کو امن سے بھر دیتی ہے چنانچہ سی آر داس اپنی کتاب Historical Role of Islam کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں :-

"The creed of Islam made peace at home and the martial value of the saracens conferred the some blessing on the people inhabiting the vast terri- -tories from Samarkand to Spain."

یعنی مسلمانوں نے اپنے وطن میں امن قائم کیا اور اپنی سپاہیانہ بہادری کا جوہر دکھا کر سمرقند سے اسپین تک کی اقوام کو وہی برکتیں عطا کیں جو اپنے لوگوں کو دیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

غذا کا اخلاق پر اثر

بدی کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کے لئے اسلام یہ بھی حکم دیتا ہے کہ پاکیزہ چیزیں استعمال کی جائیں۔ کیونکہ انسان کی خوراک کا اس کے اخلاق پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے :- یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (مومنون - ۵۲) کہ اے رسولو! پاک اشیاء کھاؤ۔ اس کے نتیجہ میں تم کو نیک عمل کرنے کی توفیق ملے گی۔

اس سلسلہ میں اسلام نے خصوصاً چار قسم کی غذاؤں کو حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ جسمانی اور اخلاقی لحاظ سے نہایت ہی برا اثر پیدا کرنے والی تھیں۔ چنانچہ فرمایا اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ (البقرہ - ۱۷۴) کہ مردار، خون، سؤر کا گوشت، اور ان چیزوں کو جنہیں اللہ کے سوا کسی اور سے نامزد کر دیا ہو حرام کر دیا ہے۔

مردار کو اس لئے حرام قرار دیا کہ جانور خواہ کسی بھی سبب سے مرا ہو اس کے خون میں کئی قسم کے خطرناک جراثیم اور کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جو صحت کے لئے سخت مضر ہیں چنانچہ ڈاکٹری کی مشہور کتاب میڈیکل جیورس پروڈنس (Medical Juris Prodence) میں لکھا ہے کہ مردہ کے گوشت میں بہت جلد کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جن سے ایسے زہر پیدا ہوتے ہیں جنہیں Cadaverice alhalides یا Ptomunis کہتے ہیں۔ یہ زہر سخت مہلک ہوتے ہیں اور ان کا اثر کچلہ اور ایٹروپین کے مشابہ ہوتا ہے (صفحہ ۲۲۲ بحوالہ تفسیر کبیر سورہ البقرہ صفحہ ۳۴۱) جسم کے علاوہ مردار خوری سے انسان کے دماغی اور اخلاقی قویٰ کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ اور یہ امر بدیہیات میں سے ہے کہ مردار خور اقوام کی عقل اور ذہنی قویٰ نہایت ہی کثیف اور کمزور ہوتے ہیں۔

یہی صورت خون کی ہے کہ اس میں بھی مختلف قسم کی زہریں ہوتی ہیں اور اس کو استعمال کرنے والی قوموں کے دقیق نظری قویٰ مردہ ہو جاتے ہیں اور ان کو موٹے موٹے مسائل بھی سمجھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے اس کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

خنزیر کے گوشت کا اثر بھی انسان کے جسم اور اس کے اخلاق پر نہایت برا پڑتا ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جو خواص اور عادات کسی جانور میں ہوں وہی اس کا گوشت کھانے والے میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ سؤر کو اسلام نے اسی لئے حرام قرار دیا ہے کہ یہ سخت غلیظ جانور ہے۔ گندے نجاست [illegible] اور غلاظت کھاتا ہے۔ یہ بڑا ہی حریص، بے حیا، بے غیرت، اور دیوث اور انتہائی شہوت پرست جانور ہے۔ اسی لئے اس کا گوشت کھانے والے زیادہ شہوانی ہوتے ہیں۔ پھر اس میں شجاعت بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ جس وقت غصہ آجائے تو وہ آگے پیچھے نہیں دیکھتا۔ بلکہ سیدھا حملہ کرتا ہے اور اسی وجہ سے شکاری اسے جلد مار لیتا ہے۔ علاوہ اس کے مختلف قسم کی بیماریاں سؤر کھانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ مسٹر Janathan Nicholson اپنی کتاب "Swines Flesh" میں لکھتے ہیں :-

"It is exceptional evi- -dence against the hatsful hog when we say tape worm serofula, cancer and encyster trichina and unknown among strict Jews. They never touch the rog flesh"

(بحوالہ تفسیر کبیر سورہ بقرہ صفحہ ۳۴۱)

یعنی سؤر کے گوشت کے متعلق ایک غیر معمولی عجیب شہادت یہ ہے کہ کدو دانے اور سل کا مادہ یہودیوں کے اندر اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ وہ سؤر کا گوشت نہیں کھاتے۔ اگر ان کی یہ بات پورے طور پر تسلیم نہ بھی کی جائے تب بھی اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ سؤر خور قوموں میں یہ بیماریاں زیادہ ہوتی ہیں۔

اسی طرح اسلام نے چوتھی چیز جو حرام قرار دی ہے وہ ہے جو شرک کے طور پر ذبح کی جائے اور اس کے قربان کرنے کا باعث خدا کے سوا کسی اور کی خوشنودی حاصل کرنا مقصود ہو۔ اس میں چونکہ خدائے واحد لاشریک کی ہتک ہے اس لئے ایسی چیزوں کا استعمال انسان کو بے غیرت بناتا ہے اور اس کا بداثر روحانی اور اعتقادی قوٰی پر پڑتا ہے۔

الغرض اسلام نے اس حقیقت کو سمجھا ہے کہ غذا کا انسان کے اخلاق کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس لئے اپنے متبعین کے لئے حرام و حلال کے ایسے اصول باندھ دیئے ہیں جن سے مسلمان بغیر کسی روک کے روحانی ترقیات کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفین کو اسلامی حرام و حلال کی فلاسفی کو سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

رسم اور عادت کا مٹانا

بسا اوقات رسوم اور عادات بھی بدیوں کی بنیاد ثابت ہوتی ہیں کیونکہ ملک کی رسم اور عادات کو پورا نہ کر سکنے کی صورت میں انسان ناجائز ذرائع سے آمد پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جن سے اخلاقی [illegible] اور گناہ کی راہیں ہموار ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسلام اس بات کا علمبردار ہے کہ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ [illegible]

[illegible] ہے جو بصورت رسم و عادت [illegible] سکتے تھے [illegible] وہ طوق [illegible] جو بصورت عادت

کے وہ ترک نہ کر سکتے تھے۔ اس ضمن میں میں صرف دو باتیں پیش کرتا ہوں۔ ایک تو لباس جو جسم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرے شراب جو عادت سے تعلق رکھتی ہے۔

لباس کا اخلاق پر اثر

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ انسان کی تمدنی اور اخلاقی زندگی لباس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ بدی کے ان محرکات کو ختم کرنے کے لئے جو لباس سے تعلق رکھتے ہیں اسلام ہم سے یہ کہتا ہے کہ یٰبَنِیْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ (اعراف: ۲۷) یعنی اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے ایک ایسا لباس پیدا کیا ہے جو تمہاری ستر کی جگہوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کا بھی موجب ہے۔ اور تقویٰ کا لباس تو سب سے بہتر لباس ہے۔ اسلام کے نزدیک لباس کی پہلی اور حقیقی غرض ستر ڈھانپنا ہے۔ اگر لباس اتنا باریک ہو کہ اس میں سے جسم نظر آتا ہو یا اتنا چست ہو کہ جسم کا انگ انگ نمایاں ہو رہا ہو تو اس سے بے غیرتی اور بے حیائی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ یا اگر نرم و نازک لباس ہے تو اس سے طبیعت عیش و عشرت اور آرام طلبی کی طرف مائل ہوتی ہے یا اگر لباس ایسا پہنا جائے جو زمین سے گھسٹ رہا ہو تو اس سے تکبر اور رعونت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام نے ان تمام باتوں پر پابندی لگا کر بدی کا وہ راستہ بند کر دیا جس سے بے حیائی، عیش و عشرت اور تکبر و رعونت داخل ہو سکتے تھے۔

لیکن یورپ نے لباس کی اصل غرض نظر انداز کر دی ہے۔ اور اس کی تقلید میں تمام دنیا اسی رو میں بہہ رہی ہے۔ جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہر جگہ موجود ہے کہ خوبصورتی اور فیشن کی خاطر ستر کو قربان کر کے تمدن اور اخلاق کی جڑوں پر اپنے ہاتھ سے کلہاڑی چلائی جا رہی ہے چنانچہ آئے دن ایسے حیا سوز اور بعید از اخلاق فیشن نکل رہے ہیں کہ انہیں دیکھ کر موجودہ تہذیب پر رونا آتا ہے۔

شراب کی حرمت

انسان کے اخلاق کو تباہ کرنے والی ایک خطرناک چیز شراب ہے۔ جس کو ہم بجا طور پر اُمّ الخبائث کہہ سکتے ہیں۔ اسلام کے سوا دیگر تمام مذاہب نہ صرف یہ کہ شراب کو بُرا نہیں سمجھتے تھے بلکہ بالعموم اچھا سمجھتے تھے۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا کہ اتنی شراب مت پیو کہ بدمست ہو جاؤ۔ لیکن اسلام نے اکثر شراب کو قطعاً منع کر دیا اور کہہ دیا کہ وہ ہر گز مت پیو۔ [illegible] تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ [illegible] یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ

مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (مائدہ: ۹۱) یعنی شراب، جُوا، چڑھاوے کی جگہیں اور لاٹری شیطانی کاموں میں سے ہیں۔ سو ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اسلام اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ شراب میں بعض فوائد بھی ہیں مگر چونکہ اس کے مضر اثرات اس کے فوائد سے زیادہ ہیں اس لئے شراب کو حرام قرار دیا۔ شراب انسان کے قوائے عقلیہ پر پردہ ڈال دیتی ہے اور اعلیٰ دماغی قوتوں کو نقصان پہونچا کر حیا اور شرم کے معیار کو بہت نیچے گرا دیتی ہے جرمنی کے مشہور سائیکالوجسٹ پروفیسر فورل لکھتے ہیں کہ ایک نیک اور باعصمت عورت جو کسی مرد کو زیادہ بے تکلف نہ ہونے دیتی ہو، وہی عورت شراب پی کر اس کو انتہائی بے تکلفی کی اجازت دے دیگی۔ موجودہ زمانہ کی تحقیقات نے بھی یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ شراب ایک ایسا زہر ہے جو برداشت، ذکاوت اور صبر کی قوتوں کو نہایت سخت نقصان پہونچاتا ہے۔ چنانچہ علم الاغذیہ کے ماہر سٹر انگز نذر برانکس ایم ڈی۔ ڈی پی ایچ شراب کے متعلق اپنی تحقیقات ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:-

"اس میں کچھ شبہ اب باقی نہیں رہا کہ شراب درحقیقت ایک نہایت سخت زہر ہے جو باریک ریشوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ پہلے تو یہ اپنا خواب آور اثر ظاہر کرتا ہے اور آہستہ آہستہ تحلیل کرنا شروع کر دیتا ہے خصوصاً اعصاب کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔"

(بحوالہ تفسیر کبیر سورۃ البقرہ صفحہ ۴۸۹)

شراب کے معاملہ میں اسلام کو نہ صرف تعلیم کے اعتبار سے ہی تمام مذاہب پر تفوق حاصل ہے بلکہ تاثیر کے لحاظ سے بھی دیگر تمام ادیان اور تمام اخلاقی تحریکوں پر برتری حاصل ہے کہ بانیٔ اسلام حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی قوم میں سے جو شراب کی اس قدر عادی تھی کہ صبح کو اٹھ کر شراب پینا شروع کرتی تھی تو رات عشاء تک پیتی ہی چلی جاتی تھی ایک حکم سے شراب کو مٹا دیا۔ اور اس طرح مٹایا کہ پھر کبھی اس نے قومی شربت کا مقام حاصل نہ کیا۔ اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابو طلحہؓ کے مکان پر مجلس شراب گرم تھی۔ میں اس مجلس کا ساقی تھا۔ شراب کے دور پر دور چل رہے تھے اور مجلس پر نشہ چھانے لگا تھا کہ گلی میں سے کسی نے آواز دی کہ شراب حرام کی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اٹھ کر دریافت کرو کہ یہ بات درست بھی ہے یا نہیں۔ لیکن دوسروں نے کہا نہیں پہلے مٹکے توڑ دو۔ چنانچہ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ میں نے سونٹا مار کر گھڑا توڑ دیا اور اس کے بعد وہ لوگ کبھی شراب کے قریب تک نہیں گئے۔

غور کیجئے! آج جبکہ سائنس اور علوم طبیعہ شراب کی مضرت کو ثابت کر رہے اور شراب بندی کے مختلف قوانین نافذ کئے جاتے ہیں۔ لیکن کسی بھی بڑی سے بڑی حکومت سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ شراب نوشی اپنے ملک سے ختم کر وا سکتی۔ لیکن عرب کا "مخمور مسلم" ایک راستے پر چلنے والے کی اکیلی آواز سن کر کہ شراب حرام کی گئی ہے، شراب کے مٹکے توڑ دیتا ہے اور اس دن اتنے گھڑے توڑے جاتے ہیں کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب کے دریا بہہ جاتے ہیں۔ سچ ہے اے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کہ ؎

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطین کو جلایا ہم نے

غربت دور کرنے کے ذرائع

اسلام نے قوم اور ملک کے غرباء کی حالت سدھارنے پر بھی خصوصیاً توجہ دی ہے کیونکہ غربت بسا اوقات بداخلاقی پر ابھارتی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا کہ غربت انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے ان برائیوں کی جڑ کاٹنے کیلئے جو غربت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ غربت دور کرنے کے ذرائع اختیار کرنے کا حکم دیا ہے آج کے اس دور میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلام کی ان تعلیمات کو اپنایا جائے تاکہ دولت کا توازن برقرار رہے۔ اور غربت اور افلاس سے جو برائیاں اور خرابیاں معاشرے میں پھیل رہی ہیں ان کا سدباب ہو جائے۔ اس لحاظ سے اسلام ہمیں معاملات میں، خصوصاً تجارت کے لئے یہ ہدایات دیتا ہے کہ ناپ تول پورا کیا جائے کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ ناجائز منافع خوری نہ ہو اور نہ ذخیرہ اندوزی ہو۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ یعنی ذخیرہ اندوز لعنتی ہے۔ وہ خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اسلام نے سود کو قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ تمام امور وہ ہیں جن سے ایک طرف انسانی ہمدردی مفقود ہوتی ہے صرف روپیہ اور دولت کی حرص بڑھتی ہے اور دوسری طرف غربت و افلاس سرطان کی طرح اپنے پنجے معاشرے میں گاڑ دیتے ہیں جن سے کئی قسم کی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

علاوہ ازیں اسلام نے غرباء کو ابھارنے کے لئے ایک مفصل لائحہ عمل تجویز کیا ہے کہ ورثہ کی تقسیم کی جائے۔ زکوٰۃ اور صدقات ادا کئے جائیں اور اس کے علاوہ ان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ چونکہ یہ باتیں اسلام کے اقتصادی نظام سے تعلق رکھتی ہیں اور مستقل الگ مضمون کی متقاضی ہیں اس لئے میں اپنے مضمون کی حد میں رہتے ہوئے یہاں صرف یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں بحیثیت مذہب صرف اور صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے غریبی اور اس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کو بھانپ کر ایسی تعلیم دنیا کو دی جس سے نہ صرف غریبوں کی تکالیف دور کی جا سکیں بلکہ انہیں دائرہ اخلاق میں رکھا جا سکے۔

ایفائے عہد

دنیا میں بہت سی خرابیاں اور بدامنی محض اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ لوگ یا حکومتیں اپنے معاہدات کی پابندی نہیں کرتیں۔ اسلام اس قسم کی بدامنی اور بداخلاقی کو دور کرنے کیلئے یہ حکم دیتا ہے کہ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل: ۳۵) یعنی اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ ہر عہد کی نسبت یقیناً جواب طلبی ہوگی۔ ایفائے عہد کے اس خلق کو اسلام نے اپنے پیروؤں کے اندر اس حد تک پیدا کیا کہ تاریخ کے صفحات ان سنہری واقعات سے پر ہیں۔ مسلمان اپنے عہد کا اس قدر پاس رکھتے تھے کہ بسا اوقات یوں بھی ہوا ہے کہ ایک معمولی غلام مسلمان نے ایک عہد کیا اور بعد میں تمام قوم نے اس عہد کا پاس کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ مجاہدین اسلام میں سے ایک غلام نے اہل قلعہ کے ساتھ وعدہ کیا کہ انہیں امان دی جائے گی۔ چونکہ اس کا کوئی خاص موقعہ نہ تھا اس لئے عام طور پر مسلمانوں نے اس وعدہ کی پابندی سے انکار کر دیا لیکن محصورین نے کہا کہ ہمیں کیا علم کہ وعدہ کرنے والا غلام ہے یا آزاد۔ ہم سے جو وعدہ ہوا ہے وہ پورا ہونا چاہیئے۔ جب یہ معاملہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "مسلمان غلام کا وعدہ بھی مسلمان قوم کا وعدہ ہے جس کی پابندی لازمی ہے" (فتوح البلدان صفحہ ۳۹۸)

پس آج ضرورت ہے اس امر کی کہ ایفائے عہد کے اس خلق کو ساری دنیا میں جاری کیا جائے۔ ورنہ اگر ہٹلر کی طرح یہ عقیدہ ہو کہ معاہدات کیا ہیں کاغذ کے پُرزے ہیں جب جی چاہا پھاڑ کر پھینک دیا تو ہماری دنیا کسی وقت بھی ایک بھیانک ترین تباہی سے دوچار ہوگی۔ گو آج بین الاقوامی معاملات سلجھانے کیلئے اقوام متحدہ کا ادارہ قائم ہے لیکن اس میں بھی یہ اخلاقی کمزوری ہے کہ وہ اپنے فیصلوں اور وعدوں کا کچھ پاس نہیں کرتا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ باوجود امن کے خواہاں ہونے کے دنیا میں امن قائم نہیں ہو رہا۔ اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق آج یو این او کی تشکیل ہو اور ایفائے عہد کا خیال رکھا جائے تو آج کے اس ایٹمی دور میں بھی امن کا قیام اور پیش آمدہ مشکلات کا ازالہ کوئی مشکل بات نہیں۔ کاش کہ موجودہ حکومتیں ان اسلامی تعلیمات کو اپنانے کی کوشش کریں۔ ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں ؎

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

(باقی آئندہ)

کے وہ ترک نہ کر سکتے تھے۔ اس ضمن میں میں صرف دو باتیں پیش کرتا ہوں۔ ایک تو لباس جو جسم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرے شراب جو عادت سے تعلق رکھتی ہے۔

لباس کا اخلاق پر اثر

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ انسان کی تمدنی اور اخلاقی زندگی لباس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ بدی کے ان محرکات کو ختم کرنے کے لئے جو لباس سے تعلق رکھتے ہیں اسلام ہم سے یہ کہتا ہے کہ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ (اعراف: ۲۷) یعنی اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے ایک ایسا لباس پیدا کیا ہے جو تمہاری ستر کی جگہوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کا بھی موجب ہے۔ اور تقوٰے کا لباس تو سب سے بہتر لباس ہے۔ اسلام کے نزدیک لباس کی پہلی اور حقیقی غرض ستر ڈھانپنا ہے۔ اگر لباس اتنا باریک ہو کہ اس میں سے جسم نظر آتا ہو یا اتنا چست ہو کہ جسم کا انگ انگ نمایاں ہو رہا ہو تو اس سے بے غیرتی اور بے حیائی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ یا اگر نرم و نازک لباس ہے تو اس سے طبیعت عیش و عشرت اور آرام طلبی کی طرف مائل ہوتی ہے یا اگر لباس ایسا پہنا جائے جو زمین سے گھسٹ رہا ہو تو اس سے تکبر اور رعونت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام نے ان تمام باتوں پر پابندی لگا کر بدی کا وہ راستہ بند کر دیا جس سے بے حیائی، عیش و عشرت اور تکبر و رعونت داخل ہو سکتے تھے۔

لیکن یورپ نے لباس کی اصل غرض نظر انداز کر دی ہے۔ اور اس کی تقلید میں تمام دنیا اسی رَو میں بہہ رہی ہے۔ جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہر جگہ موجود ہے کہ خوبصورتی اور فیشن کی خاطر ستر کو قربان کر کے تمدن اور اخلاق کی جڑوں پر اپنے ہاتھ سے کلہاڑی چلائی جا رہی ہے۔ چنانچہ آئے دن ایسے حیا سوز اور بعید از اخلاق فیشن نکل رہے ہیں کہ انہیں دیکھ کر موجودہ تہذیب پر رونا آتا ہے۔

شراب کی حرمت

انسان کے اخلاق کو تباہ کرنے والی ایک [illegible] چیز شراب ہے۔ جس کو ہم بجا طور پر اُمّ الخبائث کہہ سکتے ہیں۔ اسلام کے سوا دیگر تمام مذاہب نہ صرف یہ کہ شراب کو بُرا نہیں سمجھتے تھے بلکہ بالعموم اچھا سمجھتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا کہ اتنی شراب مت پیو کہ بدمست ہو جاؤ لیکن اسلام نے اگر شراب [illegible] منع کر دیا اور کہا کہ اس کو ہرگز مت [illegible] [illegible] تمام برائیوں کی جڑ ہے [illegible] یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (مائدہ: ۹۱) یعنی شراب، جُوا، چڑھاوے کی جگہیں اور لاٹری شیطانی کاموں میں سے ہیں۔ سو ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اسلام اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ شراب میں بعض فوائد بھی ہیں مگر چونکہ اس کے مضر اثرات اس کے فوائد سے زیادہ ہیں اس لئے شراب کو حرام قرار دیا۔ شراب انسان کے قوائے عقلیہ پر پردہ ڈال دیتی ہے اور اعلےٰ دماغی قوائے کو نقصان پہونچا کر حیا اور شرم کے معیار کو بہت نیچے گرا دیتی ہے۔ جرمنی کے مشہور سائیکو تھراپسٹ پروفیسر فورل لکھتے ہیں کہ ایک نیک اور باعصمت عورت جو کسی مرد کو زیادہ بے تکلف نہ ہونے دیتی ہو وہی عورت شراب پی کر اس کو انتہائی بے تکلفی کی اجازت دے دیگی۔ موجودہ زمانہ کی تحقیقات نے بھی یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ شراب ایک ایسا زہر ہے جو برداشت، ذکاوت اور صبر کی قوتوں کو نہایت سخت نقصان پہونچاتا ہے۔ چنانچہ علم الاغذیہ کے ماہر سٹرانگیز نڈر برانکس ایم ڈی۔ ڈی پی ایچ شراب کے متعلق اپنی تحقیقات ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:-

"اس میں کچھ شبہ اب باقی نہیں رہا کہ شراب درحقیقت ایک نہایت سخت زہر ہے جو باریک ریشوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ پہلے تو یہ اپنا خواب آور اثر ظاہر کرتا ہے اور آہستہ آہستہ تحلیل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ خصوصاً اعصاب کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔"

(بحوالہ تفسیر کبیر سورہ البقرہ ص ۴۸۹)

شراب کے معاملہ میں اسلام کو نہ صرف تعلیم کے اعتبار سے ہی تمام مذاہب پر تفوق حاصل ہے بلکہ تاثیر کے لحاظ سے بھی دیگر تمام ادیان اور تمام اخلاقی تحریکوں پر برتری حاصل ہے کہ بانیٔ اسلام حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی قوم میں سے جو شراب کی اس قدر عادی تھی کہ صبح کو اٹھ کر شراب پینا شروع کرتی تھی اور رات سوتے تک پیتی ہی چلی جاتی تھی ایک حکم سے شراب کو مٹا دیا۔ اور اس طرح مٹایا کہ پھر کبھی اس نے قومی تہذیب کا مقام حاصل نہ کیا۔ اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابوطلحہؓ کے مکان پر مجلس شراب گرم تھی۔ میں اس مجلس کا ساقی تھا۔ شراب کے دور پر دور چل رہے تھے اور مجلس پر نشہ چھانے لگا تھا کہ گلی میں سے کسی نے آواز دی کہ شراب حرام کی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اٹھ کر دریافت کرو کہ یہ بات درست بھی ہے یا نہیں۔ لیکن دوسروں نے کہا نہیں پہلے مٹکے توڑ دو۔ چنانچہ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ میں نے سوٹا مار کر گھڑا توڑ دیا اور اس کے بعد وہ لوگ کبھی شراب کے قریب تک نہیں گئے۔

غور کیجئے! آج جبکہ سائنس اور علوم طبعیہ شراب کی مضرت کو ثابت کر رہے اور شراب بندی کے مختلف قوانین نافذ کئے جاتے ہیں۔ لیکن کسی بھی بڑی سے بڑی حکومت سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ شراب نوشی اپنے ملک سے ختم کروا سکتی۔ لیکن عرب کا "محمور مسلم" ایک راستے پر چلنے والے کی اکیلی آواز سن کر کہ شراب حرام کی گئی ہے، شراب کے مٹکے توڑ دیتا ہے اور اس دن اتنے گھڑے توڑے جاتے ہیں کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب کے دریا بہہ جاتے ہیں۔ سچ ہے اے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کہ ؎

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

غربت دور کرنے کے ذرائع

اسلام نے قوم اور ملک کے غرباء کی حالت سدھارنے پر بھی خصوصاً توجہ دی ہے کیونکہ غربت بسا اوقات بداخلاقی پر ابھارتی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا کہ غربت انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے ان برائیوں کی جڑ کاٹنے کیلئے جو غربت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ غربت دور کرنے کے ذرائع اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آج کے اس دور میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلام کی ان تعلیمات کو اپنایا جائے تاکہ دولت کا توازن برقرار رہے۔ اور غربت اور افلاس سے جو برائیاں اور خرابیاں معاشرے میں پھیل رہی ہیں ان کا سدّباب ہو جائے۔ اس لحاظ سے اسلام ہمیں معاملات میں خصوصاً تجارت کے لئے یہ ہدایات دیتا ہے کہ ماپ تول پورا کیا جائے کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ ناجائز منافع خوری نہ ہو اور نہ ذخیرہ اندوزی ہو۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ یعنی ذخیرہ اندوز لعنتی ہے۔ وہ خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اسلام نے سود کو قطعاً حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ تمام امور وہ ہیں جن سے ایک طرف انسانی ہمدردی مفقود ہوتی ہے صرف روپیہ اور دولت کی حرص بڑھتی ہے اور دوسری طرف غربت و افلاس سرطان کی طرح اپنے پنجے معاشرے میں گاڑ دیتے ہیں جن سے کئی قسم کی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

علاوہ ازیں اسلام نے غرباء کو ابھارنے کے لئے ایک مفصل لائحہ عمل تجویز کیا ہے کہ ورثہ کی تقسیم کی جائے۔ زکوٰۃ اور صدقات ادا کئے جائیں اور اس کے علاوہ ان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ چونکہ یہ باتیں اسلام کے اقتصادی نظام سے تعلق رکھتی ہیں اور مستقل الگ مضمون کی متقاضی ہیں اس لئے میں اپنے مضمون کی حد میں رہتے ہوئے یہاں صرف یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں بحیثیت مذہب صرف اور صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے غریبی اور اس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کو بھانپ کر ایسی تعلیم دنیا کو دی جس سے نہ صرف غریبوں کی تکالیف دور کی جا سکیں بلکہ انہیں دائرہ اخلاق میں رکھا جا سکے۔

ایفائے عہد

دنیا میں بہت سی خرابیاں اور بدامنی محض اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ لوگ یا حکومتیں اپنے معاہدات کی پابندی نہیں کرتیں۔ اسلام اس قسم کی بدامنی اور بداخلاقی کو دور کرنے کیلئے یہ حکم دیتا ہے کہ اَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل: ۳۵) یعنی اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ ہر عہد کی نسبت یقیناً جواب طلبی ہوگی۔ ایفائے عہد کے اس خلق کو اسلام نے اپنے پیروؤں کے اندر اس حد تک پیدا کیا کہ تاریخ کے صفحات ان سنہری واقعات سے پر ہیں۔ مسلمان اپنے عہد کا اس قدر پاس رکھتے تھے کہ بسا اوقات یوں بھی ہوا ہے کہ ایک معمولی غلام مسلمان نے ایک عہد کیا اور بعد میں تمام قوم نے اس عہد کا پاس کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ مجاہدین اسلام میں سے ایک غلام نے اہل قلعہ کے ساتھ وعدہ کیا کہ انہیں امان دی جائے گی۔ چونکہ اس کا کوئی خاص موقعہ نہ تھا اس لئے عام طور پر مسلمانوں نے اس وعدہ کی پابندی سے انکار کر دیا لیکن محصورین نے کہا کہ ہمیں کیا علم کہ وعدہ کرنے والا غلام ہے یا آزاد۔ ہم سے جو وعدہ ہوا ہے وہ پورا ہونا چاہئے۔ جب یہ معاملہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "مسلمان غلام کا وعدہ بھی مسلمان قوم کا وعدہ ہے جس کی پابندی لازمی ہے (فتوح البلدان صفحہ ۳۹۸)

پس آج ضرورت ہے اس امر کی کہ ایفائے عہد کے اس خلق کو ساری دنیا میں جاری کیا جائے۔ ورنہ اگر ہٹلر کی طرح یہ عقیدہ ہو کہ معاہدات کیا ہیں کاغذ کے پرزے ہیں جب جی چاہا پھاڑ کر پھینک دیا تو ہماری دنیا کسی وقت بھی ایک بھیانک ترین تباہی سے دوچار ہوگی۔ گو آج بین الاقوامی معاملات سلجھانے کیلئے اقوام متحدہ کا ادارہ قائم ہے لیکن اس میں بھی یہ اخلاقی کمزوری ہے کہ وہ اپنے فیصلوں اور وعدوں کا کچھ پاس نہیں کرتا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ باوجود امن کے خواہاں ہونے کے دنیا میں امن قائم نہیں ہو رہا۔ اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق آج یو این او کی تشکیل ہو اور ایفائے عہد کا خیال رکھا جائے تو آج کے اس ایٹمی دور میں بھی امن کا قیام اور پیش آمدہ مشکلات کا ازالہ کوئی مشکل بات نہیں۔ کاش کہ موجودہ حکومتیں ان اسلامی تعلیمات کو اپنانے کی کوشش کریں۔ ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں ؎

یا رب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

(باقی آئندہ)

اُذکروا موتاکم بالخیر

محترم میاں محمد مراد صاحب رضی حافظ آبادی

کی

زندگی کے دلچسپ تبلیغی واقعات

از مکرم ماسٹر غلام محمد صاحب عبد بی۔ اے حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ

ہمارے والد محترم میاں محمد مراد صاحب رضی جو نہایت مخلص اور جوشیلے احمدی تھے مورخہ ۶۸/۲/۳ کی شام کو اس دنیا سے رحلت فرما کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم صاحب رؤیا و کشوف ہونے کے علاوہ بہت سی خوبیوں اور اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جو تبلیغی حالات مجھے لکھوائے۔ اُنہیں قارئین بدر کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ان کی بلندی درجات اور جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام کے حصول کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قبولِ احمدیت پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ میں ہر اتوار کو آریہ سماج کی طرف سے جلسہ کیا جاتا جس میں کئی مسلم نوجوان بھی شریک ہوتے۔ اس وقت میری عمر قریباً ۲۴/۲۵ سال تھی۔ میں بھی اپنے ایک مدرس دوست کو لے کر ان جلسوں میں باقاعدہ جاتا اور آریہ مقرروں کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کو بغور سنتا اسی طرح مسیحی لٹریچر کا بھی تھوڑا بہت مطالعہ کرتا جس کا اثر یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ ہمارا ذہن دین اسلام اور اس کی پاک تعلیمات سے بالکل متنفر ہو گیا ہم نے بارہا پنڈی بھٹیاں کے علماء سے ان اعتراضات اور اپنی دلی کیفیت کا ذکر کیا مگر اُنہوں نے ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیا کہ تم اُن کے جلسوں میں جاتے ہی کیوں ہو۔ آئندہ نہ جایا کرو۔

اسی اثناء میں پنڈی بھٹیاں میں ایک شادی کی تقریب کے موقعہ پر ایک تحصیلدار صاحب بھی تشریف لائے۔ ہم نے اُن کے سامنے بھی آریوں اور عیسائیوں کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کا ذکر کیا۔ جس پر تحصیلدار صاحب کہنے لگے کہ دو عزیزو! اگرچہ میں احمدی تو نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ تم حضرت مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کرو۔ کیونکہ بجز مرزا صاحب کی کتب کے کوئی اسلامی فرقہ ان اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتا۔ تحصیلدار صاحب کی تحریک پر ہم دونوں نے کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔

تقریباً اسی زمانہ میں حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضی راجیکی نے تقریریں کیں۔ اسی روز رات کو مجھے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک دریا ہے۔ اُس کے ایک کنارے پر سبز مخمل کے غلاف سے ڈھکی ہوئی ایک کشتی کھڑی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اُس میں سے اُترتے ہیں اور ایک شخص مسمی محبوب عالم پٹواری آپ سے عرض کرتا ہے کہ "آپ تو محبوبِ خدا ہیں"! تب حضور فرماتے ہیں کہ "ہاں میں غلام احمد ہوں" اس پر محبوب عالم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حضور کا بایاں ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے بھی دونوں ہاتھوں سے حضور کا دست مبارک تھام لیا۔ اُسے چوما اور آنکھوں سے لگا لیا۔ بیدار ہونے پر میں نے اپنے ساتھیوں کو جگایا اور انہیں یہ خواب سنایا۔ اس خواب کی وجہ سے میرے دل میں ایک عجیب سی خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور احمدیت پر مجھے کامل یقین ہو گیا اُسی وقت ہی مسجد میں گیا اور شکرانے کے نفل ادا کئے۔

جب میں نے اپنے بھائی میاں امیر دین صاحب سے اس خواب کا ذکر کیا تو اُنہوں نے فوراً آمنا و صدقنا کہا۔ چند روز کے بعد برادرم احمد دین صاحب، خاکسار اور ہمارے ایک استاد مولوی محمد علی صاحب کھرل قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور قادیان پہنچنے پر ہم نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

تبلیغی حالات قبولِ احمدیت کے بعد میں نے دوسرے رشتہ داروں کو بھی احمدیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں میرے اور دو بھائی چند سالوں میں بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

۱۹۲۲ء میں پنڈی بھٹیاں کے نزدیک ہی ایک گاؤں ذخیرہ بیرانوالہ میں ایک دکان ڈال دی۔ اسی گاؤں میں شیخ عبدالقادر صاحب (جو اُن دنوں ہندو تھے اور اُن کا نام سوداگر مل تھا) اپنے بھائیوں سمیت گوہنہ ضلع سرگودھا سے آ کر آباد ہوئے اور ایک دکان کھول لی۔ عبدالقادر صاحب کی ذہانت اور قابلیت کو دیکھ کر میں نے اُنہیں تبلیغ شروع کر دی۔ میری مسلسل تبلیغ سے متاثر ہو کر وہ قادیان جانے اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اسی سال یعنی ۱۹۲۲ء کے جلسہ سالانہ میں جاتے ہوئے خاکسار اپنے ہمراہ ایک مقامی باشندہ اللہ جوایا مُصلّی کو بھی لیتا گیا۔ جو قادیان کے ماحول اور زیارت سے نہایت عمدہ اثر لے کر لوٹا۔ مگر واپس آ کر لوگوں میں یہ مشہور کر دیا کہ قادیان میں دکانداری کے سوا کچھ نہیں۔ شیخ صاحب کے لئے یہ صورتِ حال ایک معمہ سے کم نہ تھی۔ اس اُلجھن کو حل کرنے کے لئے انہوں نے اللہ جوایا مصلی کو رات کے وقت اپنی دکان پر بُلایا اور کپاس کے ڈھیر پر بٹھا کر دریافت کیا کہ تم تو کہتے ہو کہ قادیان میں دکانداری اور ٹھگ بازی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مگر یہ میاں مراد تو ان سب باتوں سے کوسوں دور ہے۔ یہ کیا بات ہے؟ اللہ جوایا نے بے ساختہ کہا کہ میں چونکہ گاؤں کا کمین ہوں اور گاؤں کے زمیندار مرزائیوں کے شدید مخالف ہیں اس لئے میں لوگوں کے سامنے ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام دنیا میں کہیں ہے تو وہ صرف قادیان میں ہی۔ گاؤں والوں کے سامنے تو میں بدستور وہی بات کہوں گا مگر جو سچی بات تھی وہ میں نے آپ کو بتا دی۔ اس گفتگو کا اثر یہ ہوا کہ نہ صرف شیخ صاحب کی ذہنی اُلجھن دور ہو گئی بلکہ وہ یہ عزم کئے کروٹاں سے اُٹھے کہ میں خود قادیان جاؤں گا۔ اس سے پہلے وہ عجیب کشمکش میں مبتلا تھے۔ زبان سے تو کہتے کہ اگر سارا جہان بھی مسلمان ہو جائے تب بھی میں مسلمان نہ ہوں گا۔ مگر دل کشاں کشاں کوچۂ احمدیت کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا۔ اپنے اس ارادہ کا اظہار اُنہوں نے مجھ سے بھی کیا۔ میں نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ چنانچہ میں اُنہیں قادیان لے کر گیا جہاں پہنچ کر [illegible] قیام

کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس پر گاؤں میں شیخ صاحب کی والدہ، رشتہ دار اور گاؤں والے میرے گھر پر جمع ہو گئے۔ اور مجھے کوسنا شروع کر دیا۔ شیخ صاحب کی والدہ نے روتے ہوئے بارہا یہ کہا کہ تیرے تینوں بیٹے مر جائیں تو نے میرا بیٹا مجھ سے چھین لیا۔ بے ساختہ تصرف الٰہی کے تحت میری زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ میرے پہلے تین بیٹے تھے اب چوتھا بیٹا عبد القادر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ خدا مجھے دو بیٹے اور دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جڑواں لڑکے شریف احمد اور بشیر احمد (حال درویش قادیان) عطا کئے۔

شیخ عبد القادر صاحب کا اسلام قبول کرنا تھا کہ تمام گاؤں میرے مخالف ہو گیا۔ اسی دوران میں ایک اور نوجوان ہندو مسمی خزان سنگھ نے میری تبلیغ اور مطالعہ لٹریچر سے متاثر ہو کر قبول اسلام کا اظہار کیا۔ گاؤں کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے زمیندار کو شکایت کی جس نے مجھے اپنے گھر بلا کر بہت گالیاں دیں۔ زمیندار صاحب کے پیر موضع گولڑہ میں رہتے تھے۔ میں نے انہیں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں زمیندار صاحب کی گالیوں اور دھمکیوں کی شکایت کی۔ اس پر انہوں نے پیغام بھیجا کہ زمیندار کو کہدو کہ اس سؤر بے ایمان مرزائی کو فوراً اپنے گاؤں سے نکال دو۔ اور اس کا مال و اسباب لوٹ لو۔ مرزائیوں سے تو سکھ اور عیسائی بہتر ہیں وغیرہ۔ چنانچہ دوسرے دن پچیس تیس آدمی میرے گھر پر آ گئے۔ اس وقت میری ایک لڑکی عمر تقریباً ۱۲ سال میرے پاس ہی موجود تھی۔ میں نے اُسے مکان والوں کے سپرد کر دیا اور خود زنانہ لباس پہن کر موضع بنگلہ ہند وانہ ملک محمد عبد اللہ صاحب سنگانیلہ نمبر کے پاس چلا گیا۔ اور ان کو یہ سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے فوراً ہی میرے ساتھ چوہدری کریم داد صاحب کھیمی کو بھیجا جو مجھے اور میری لڑکی کو اپنے ساتھ بنگلہ سے آئے۔ اور اس طرح معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کا سامان کر دیا۔ الحمد للہ۔

موضع ذخیرہ بیر انوالہ سے نکلنے پر میں پنڈی بھٹیاں چلا آیا۔ اور یہاں حافظ محمد عبد اللہ صاحب اور اُن کے بھائیوں کو تبلیغ شروع کر دی جس سے وہ بیحد متاثر ہوتے۔ اسی دوران میں اُن کے والد شیخ رحمت اللہ صاحب نے بارہا مجھے اور اپنے لڑکے حافظ محمد عبد اللہ صاحب کو زد و کوب کیا۔ ایک دفعہ وہ مجھے بازار میں آملے اور سب کے سامنے کہنے لگے کہ تم میرے لڑکے کو تبلیغ کیوں کرتے ہو۔ میرے بچے تمہارے ساتھ تعلق کا تم نے مجھے دشمنا رکھا ہے لہذا اگر میرے تینوں بیٹے احمدی نہ ہوئے تو میرا نام بدل دینا۔ اُس وقت تک میں نے حافظ محمد عبد اللہ صاحب کے علاوہ اور کسی کو تبلیغ نہ کی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ کی قدرت کہ اُن کے تینوں لڑکے (یعنی حافظ محمد عبد اللہ صاحب، مولانا محمد علی صاحب اور عبد العظیم صاحب درویش قادیان) کچھ عرصہ کے بعد احمدی ہو گئے۔

اس کے بعد تبلیغ کی غرض سے خاکسار کو آگرہ بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ جامع مسجد آگرہ میں ایک مولوی صاحب طلباء کو پڑھایا کرتے تھے۔ میں نے موقعہ نکال کر انہیں بھی تبلیغ شروع کر دی۔ مولوی صاحب نے مجھے ایسا کرنے سے روکنا چاہا مگر طلباء کے کہنے پر انہیں سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ایک دفعہ میں نے مسئلہ ختم نبوت اور اجرائے نبوت کے ضمن میں آیت قرآنی اما یاتینکم رسل منکم ...... الخ اُن کے سامنے پڑھی تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت تو قرآن میں ہے ہی نہیں میں خود حافظ ہوں۔ مگر طلباء کے اصرار پر جب قرآن کریم منگوایا تو میں نے فوراً حوالہ نکال کر سامنے رکھ دیا۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ دیکھا میری ہی بات سچی نکلی۔ میں یہ کہتا تھا کہ تم اس آیت کے جو معنے لیتے تھے وہ درست نہیں۔

پنڈی بھٹیاں کے قریب ہی موضع عطاراں میں ایک غیر احمدی مولوی شمس الدین صاحب طلباء کو پڑھایا بھی کرتے اور خود کاشتکاری بھی کرتے۔ انہیں میں نے کئی دفعہ تبلیغ کی۔ ایک دفعہ وہ ہل چلا رہے تھے میں تقریباً نصف گھنٹہ اُن کے ساتھ ہل کی ہتھی پکڑ کر ان کو تبلیغ کرتا رہا۔ میرے اس فعل سے وہ متاثر تو ضرور ہوئے مگر افسوس کہ قبول حق کی انہیں توفیق نہ مل سکی۔

اسی طرح کلکتہ کے ایک اور غیر احمدی مولوی محمد یوسف صاحب فاضل جو مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلہ سے مناظرہ بھی کر چکے تھے کو بھی کافی عرصہ تبلیغ کرتا رہا۔ طلباء کو درس دیتے وقت اگر کوئی متعلقہ آیت آجاتی تو وہ کہہ دیتے کہ احمدی علماء اس سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں جو صحیح نہیں بلکہ اس کا اصل مطلب یہ ہے۔ ساتھ ہی میں اُن کے اس استدلال کی تردید کر دیتا جس سے وہ بہت جھنجھلاتے۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہے تو بتایئے کہ خنزیر کا کیا فائدہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب آپ کا یہ اعتراض مجھ پر نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ اور اس کے کلام یعنی قرآن کریم پر ہے جو کم از کم آپ جیسے عالم دین کے منہ کو زیب نہیں دیتا۔ پھر بھی اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ دنیا کی اکثر آبادی ماسوا مسلمانوں کے خنزیر کا گوشت کھاتی ہے اگر خنزیر نہ ہوتا تو بتایئے کہ بیچارے مسلمانوں کو دوسرا حلال گوشت کیسے مل سکتا؟

ایک مرتبہ محلہ شریف پورہ امرتسر کی ایک مسجد میں رات بسر کرنے کا اتفاق ہوا۔ حسب عادت صبح کی نماز کے بعد میں نے امام صاحب اور مقتدیوں کو تبلیغ شروع کر دی مگر تمام لوگ بغیر کچھ کہے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب میں باہر جانے لگا تو امام صاحب نے مجھے اپنے بالاخانہ پر بُلایا۔ ابھی میں نے اُن کے کمرہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ امام صاحب نے اچانک میرے منہ پر دو تھپڑ رسید کر دیئے اور پھر قریباً دس بارہ نوجوان جوتوں اور مکّوں سے مجھ پر پل پڑے جب میری کافی مرمت ہو گئی۔ تو ایک مولوی صاحب جو درمیان میں بیٹھے تھے کہنے لگے کہ کیا اب آپ کی تسلی ہو گئی ہے؟ میں نے جواباً عرض کیا جی ہاں! جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ مولوی صاحب نے مزید فرمایا کہ کیا آئندہ بھی اسی طرح مسجدوں میں تبلیغ کرو گے؟ میں نے کہا کہ اگر میری مرضی مار کھانے کی ہوئی تو ضرور کروں گا۔

اگرچہ محترم والد صاحب کی زندگی کے اور بھی بہت سے دلچسپ تبلیغی واقعات ہیں جو آپ نے مجھے لکھوائے مگر عدم گنجائش کی وجہ سے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ حضرت والدی المکرم نے بچپن میں باقاعدہ طور پر کسی بھی سکول میں تعلیم حاصل نہیں کی مگر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام اور بزرگان سلسلہ کی بابرکت صحبتوں نے کچھ ایسا اثر پیدا کیا کہ آپ اپنی تمام زندگی میں ایک بہترین اور کامیاب مبلغ کے فرائض بخیر و خوبی سرانجام دیتے رہے۔ حافظ آباد میں ایک الماری ہمیشہ سلسلہ کی کتب سے بھری رہتی تھی جو آپ لوگوں کو مطالعہ کے لئے دیتے رہتے۔ آخر میں تمام احباب کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ والدی المحترم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہم لواحقین کو صبر جمیل عطا فرماتے ہوئے آپ کے عملی نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاجْعَلِ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ٭

جس ہمالیہ کو ہم پاسبان سمجھتے تھے اب ہمیں خود اس کی حفاظت کرنی پڑتی ہے

سڈنی میں شریمتی اندرا گاندھی کی تقریر

سڈنی ۲۵ رمئی۔ بھارت کی وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے اپنے آسٹریلیا کے تاریخی دورہ کے دوران سڈنی میں اُن کے اعزاز میں دیئے گئے ڈنر کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ صدیوں سے جو خیال چلا آ رہا ہے کہ ہمالیہ بھارت کا قدرتی پاسبان اور محافظ ہے یہ خیال اب غلط [illegible] ہے۔ اور اب ہمیں خود ہمالیہ کی حفاظت کرنی پڑ رہی ہے جبکہ اس سے پیشتر ہزاروں سالوں سے ہمالیہ کو اپنا محافظ سمجھتے رہے ہیں۔

لنڈن کے بشپ صاحبان کو

قبولیت دعا کے سلسلہ میں دعوت مقابلہ

(بقیہ صفحہ اول)

"مجھے آنمکرم کی خدمت میں یہ خوشخبری پہنچانی ہے یعنی یہ کہ وہ ہستی جس کے لئے عیسائی اور مسلمان منتظر چلے آرہے ہیں اس دنیا میں ظاہر ہو چکی ہے اور اس وجود نے ظاہر ہو کر دنیا کو ایک نور اور روحانی روشنی سے منور کر دیا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ قومیں قوموں پر چڑھائی کر رہی ہیں۔ قحط۔ لڑائیاں۔ زلزلے اور وبائیں پھیل رہی ہیں۔ اور نا انصافی عام ہے۔ اور سورج اور چاند گرہن اور آسمان سے ستاروں کے گرنے کے زبردست آسمانی نشانوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ ابن آدم مبعوث ہو چکے ہیں۔ جس طرح روشنی جب مشرق سے ظاہر ہوتی ہے تو مغرب کو بھی روشن کرتی رہے۔ اسی طرح ابن آدم کا ہندوستان میں ظاہر ہونا ہے جو مشرق میں ہے۔ اور زمانہ قدیم سے علم و ہدایت کا مرکز رہا ہے۔ اُن کی تعلیم جلد ہی زمین کے دور دراز کونوں میں پھیل گئی۔ جس کے نتیجہ میں اُن کے ماننے والے ایشیاء افریقہ، یورپ اور امریکہ تمام براعظموں میں پھیل گئے خدا تعالیٰ کے نبی حضرت احمد علیہ السلام قادیان ہندوستان میں (۱۸۳۵ - ۱۹۰۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اور صفات کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ جس طرح حضرت یوحنا علیہ السلام بپتسمہ دینے والے حضرت ایلیاہ علیہ السلام نبی کی روح اور صفات کے ساتھ ظاہر ہوئے تھے۔ اور وہ تمام نشانیاں جو اس تعلق میں کتاب مقدسہ میں اُن کی آمد کے متعلق درج تھیں پوری ہو چکی ہیں۔ یہاں تک کہ یہودیوں کے فلسطین میں جمع ہونے کی بات بھی پوری ہو چکی ہے۔

جناب محترم کو حضرت احمد علیہ السلام آف قادیان کی صداقت اور سچائی کو باور کرانے کے لئے میں اُن کا ایک حقیر اور ادنےٰ خادم کی حیثیت سے ایک فیصلہ کن ٹسٹ پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں تاکہ جناب اس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے اتفاق فرما سکیں۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "ایک اچھا درخت کڑوا پھل نہیں دیتا اور نہ ہی ایک بڑا درخت اچھا پھل دیتا ہے اور ہر ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔" اور ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا اور پہاڑ کو حکم دو گے کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو وہ ہٹ جائے گا اور کچھ بھی ناممکن نہیں ہوگا۔" ایک اور جگہ فرماتے ہیں "اور تمام چیزیں جن کے لئے تم یقین کے ساتھ دعا کرو گے ضرور تمہیں ملیں گی۔"

جناب محترم۔ ایک زندہ مذہب کے لئے ضروری ہے کہ زندگی کا ثبوت مہیا کرے۔ حضرت احمد علیہ السلام کے پیرو یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اگر آنجناب کلیسائے انگلستان کے روحانی پیشوا ہوتے ہوئے ایسی بات کے لئے تیار ہوں کہ عیسائیت کے مقابل پر اسلام کی سچائی کا تجربہ کیا جائے تو ہمیں کامل بھروسہ ہے کہ خدا تعالیٰ اچھے درخت پر اچھے پھل لائے گا۔ اور اپنے مقرب بچوں کو مچھلی کی بجائے سانپ نہیں دے گا اور نہ ہی روٹی کی بجائے پتھر بلکہ اُن کے لئے آسمان کے دروازے کھولے گا۔ اور دعاؤں کو قبول کرے گا

ہم نے پہلے متعدد مرتبہ عیسائی رہنماؤں کو اس طریق امتحان کی دعوت دی ہے مگر کسی نے آگے آکر اس دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اب میں یہ درخواست آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اور آپ کے ذریعہ سے دنیا کے تمام دیگر عیسائی رہنماؤں کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ آؤ ہم مذہب کی سچائی کے اظہار کے لئے کسی مشکل امر کے لئے دعا کریں۔ مثلاً ہم کچھ تعداد ایسے بیماروں کی لے لیں۔ جو دیگر ذرائع علاج سے مایوس ہو چکے ہوں۔ ان کو آپس میں بانٹ لیں۔ اور پھر عیسائی کلیسا کے رہنما اپنے حصہ کے بیماروں کی شفایابی کے لئے دعا کریں۔ اور ہم اپنے حصہ میں آئے ہوئے مریضوں کی شفا کے لئے دعا کریں۔ تب نتیجہ سے دنیا پر ظاہر ہو جائے گا کہ خدا تعالیٰ کے سچے اور مقرب بندے کونسے مذہب کے ہیں۔ جن کی دعاؤں کو اپنے رب کی طرف سے قبولیت بخشی جاتی ہے یہ صداقت کا معیار حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے مقرر فرمایا تھا اک کے مطابق اس کے سچے بندوں کی دعا قبول ہوگی۔ اور ان کے الاٹ شدہ مریضوں کی اکثریت شفا پائے گی۔ جبکہ دوسرے پارٹی کے مریضوں کو خارق عادت نصرت نہ ملے گی۔ اور ان کی صحت مندی کا انحصار عام قانون قدرت اور طبی اصولوں کے مطابق ہوگا

آخر پر میں ایک مرتبہ پھر جناب عزت مآب سے درخواست کروں گا کہ ہماری اس عاجزانہ پیشکش اور دعوت مخلصانہ رنگ میں سنجیدگی سے غور فرمایا جاوے۔ کیونکہ میں نے جو آنمکرم کی خدمت میں خدائی بادشاہت کی خوشخبری دی ہے وہ دلی ہمدردی اور مخلصانہ جذبہ کی بنا پر ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ہم سب برابر ہیں۔

بشپ صاحبان کی طرف سے جواب

مندرجہ بالا دعوت نامہ موصول ہونے پر دو قابل احترام بشپ کی طرف سے حسب ذیل جوابات موصول ہوئے ہیں:۔

(۱) لیمبتھ پیلس۔ ایس۔ ای ۱

۲۲ر اپریل ۱۹۶۸ء

جناب عالی

مجھے جناب لارڈ بشپ آف [illegible] کی طرف سے مجھے [illegible] کی گئی ہے کہ میں آپ [illegible] مورخہ ۱۵-۴-۶۸ کی رسید کی اطلاع آنمکرم کی طرف سے آپ کو دوں۔ آپ کے خط کا مضمون ان کے لئے بہت دلچسپی کا موجب ہوا۔

آپ کا مخلص

ری ریونڈر جان انڈلیہ

چیپلین آرچ بشپ

(۲) آرچ بشپ ہاؤس ویسٹ منسٹر لندن۔ ایس۔ ڈبلیو۔ آئی۔

۲۳-۴-۶۸ - جناب محترم

جناب کارڈینل ہینن صاحب نے مجھے آپ کے خط مورخہ ۱۱-۴-۶۸ کی رسید کی اطلاع بھجوانے کو کہا ہے۔

آپ کا مخلص

مانیگنل ڈیوڈ فوری پرائیویٹ سیکرٹری

درخواست دعا خاکسار کی صحت بوجہ تپش کے خراب رہتی ہے اسی طرح کچھ مالی دقتیں پریشانیوں میں مبتلا ہوں احباب جماعت سے کامل شفایابی اور تمام پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے۔

خاکسار

سید مبارک احمد سرور۔ ربوہ

ایک ایمان افروز واقعہ

مکرم مولوی سراج الحق صاحب مختار عام جائیداد انجمن احمدیہ حیدر آباد اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے ہاں نرینہ اولاد نہیں تھی۔ صرف بچیاں تھیں۔ اس مرتبہ جب وہ جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت کے لئے گئے۔ تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقی ہوئے۔ اور حضور نے دوران گفتگو خانگی حالات بھی دریافت کئے۔ اسی طرح ان کے بڑے بھائی مکرم مولوی ابو المنیر نور الحق صاحب فاضل بھی حضور سے ملاقی ہوئے۔ حضور نے اُن سے مولوی سراج الحق صاحب کے حالات سنکر فرمایا کہ

"سراج سے کہیں اللہ تعالیٰ اسے اس دفعہ لڑکا عطا کرے گا"

مکرم مولوی سراج الحق صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے جلسہ ربوہ سے واپسی کے بعد جن جن جماعتوں کا بھی دورہ کیا۔ احباب کو تلقین کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو بار بار دعا کے خطوط لکھا کریں اور برکات خلافت سے فیضیاب ہونے اور آئندہ جلسہ پر بھی جانے کی کوشش کریں۔ وہاں بڑے اور یقین سے اس بات کا بھی اظہار کرتے رہے۔ کہ اس مرتبہ اللہ تعالیٰ حضور کی بشارت کے مطابق مجھے لڑکا عطا کرے گا۔ سو الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قائم کردہ پیارے خلیفہ کے الفاظ کو پورا فرمایا۔ اور انہیں نرینہ اولاد عطا کی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں خلافت کی برکت حاصل ہے۔ احباب کو اس برکت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔ اور حضور کو دعا کے لئے خط لکھتے رہنا چاہیئے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ضرورت ہے

دفتر ہذا کو انسپکٹر تحریک جدید کے طور پر ایک مخلص نوجوان محنتی کارکن کی ضرورت ہے جو کم از کم مولوی فاضل ہو۔ یا دگیر میٹرک پاس ہو تو دینی تعلیم سے بہرہ ور اور ضرورت پڑنے پر تقریر بھی اچھی طرح کر سکتا ہو۔ حساب کتاب رکھنے اور دوسروں کو سمجھانے کا اہل ہو۔ قواعد کے مطابق تنخواہ ۱۲۰-۴-۹۰ کے گریڈ میں -/۹۰ روپیہ ہوگی۔ اور قادیان میں رہائش کی سہولت بھی حاصل ہوگی خدمتِ دین کا شوق رکھنے والے نوجوان اپنی درخواستیں مع نقول سرٹیفکیٹ اور تصدیق امیر صاحب مقامی دفتر ہذا میں ۶/۲۰ ۶۸ تک بھجوا دیں۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

اعلان مقاطعہ

مولوی محمد سلیم صاحب سابق مبلغ کلکتہ کے متعلق بعض شکایات نظام جماعت کو کمزور کرنے اور اس کے احترام کو کم کرنے کے متعلق ثابت ہوئی ہیں لہذا اُن کے اس ناپسندیدہ رویہ اور طریق کار کے پیش نظر بمنظوری سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۶۸/۵/۱۱ سے ۶۸/۱۱/۱۰ تک چھ ماہ کے لئے مولوی صاحب کے لئے مقاطعہ بذریعہ اصلاح تجویز کیا گیا ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ مولوی صاحب کے بارہ میں مرکز کی اس ہدایت کی پوری طرح پابندی کریں۔

ناظر امور عامہ قادیان

بجٹ پورا کرنے والی جماعتوں کے نام

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ تعالیٰ کا ارشاد

نظارت ہذا کی طرف سے اسی ۸۰ فی صدی سے سو ۱۰۰ فی صدی تک بجٹ آمد پورا کرنے والی جماعتوں کی اسم وار فہرست سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بغرض ملاحظہ و دعا بھجوائی گئی تھی۔ یہ فہرست حضور اقدس ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش ہونے پر حضور نے اس پر اپنے دست مبارک سے مندرجہ ذیل ارشاد رقم فرمایا ہے:-

"اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے۔ اور ثبات قدم عطا کرے"۔

ایسی جماعتوں کی فہرست اخبار بدر کے پرچہ مورخہ ۶۸/۵/۲۳ میں پیشتر ازیں شائع کروائی جا چکی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ جماعتوں کو اپنے فضل سے آئندہ پہلے سے بڑھ کر خدمت اور قربانی کی توفیق بخشے اور حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعا کا اہل بنائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

درخواست دعا

خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خاکسار کے منجھلے لڑکے سید ظفر احمد بی کام کو لڑکا عطا فرمایا ہے جس کا نام سید مظہر احمد ظفر رکھا گیا ہے۔ خاندان حضرت اقدس۔ درویشان کرام اور جماعت کے جملہ احباب سے عزیز نومولود کی درازی عمر اور نیک خادم دین بننے کے لئے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے

خاکسار سید کریم بخش کلکتہ

سید صاحب موصوف نے اس خوشی میں مبلغ -/۵ روپے اعانت بدر میں ارسال فرمائے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء